



# تیری عزت عزیز ہے ورنہ



Novels Mania

Urdu Novels Mania Team

# تیری عزت عزیز ہے ورنہ

## رائٹر: پشیمینہ

وہ دلہن کے روپ میں نہ جانے کب سے خوفزدہ بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھ دیر قبل ہی اس کا نکاح ایک ایسے شخص سے ہوا تھا جسے وہ جانتی بھی نہیں تھی اور اس نے کبھی اس کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ دیکھنا تو دور کی بات اسے تو اس کا نام بھی نکاح کے وقت معلوم ہوا جب قاضی نے اس سے اس کی رائے پوچھی تھی۔

وہ اس گھر میں آ تو گئی تھی لیکن اب اس کی ساتھ آگے کیا سلوک ہونے والا تھا یہ خدا ہی جانتا تھا۔ وہ تو بس اتنا جانتی تھی کہ کچھ اچھا نہیں ہونے والا۔

وہ اپنے سوتیلے بھائی کے خون بہا میں آج ایک انجان شخص کے نکاح میں آئیں تھی۔ سوتیلی ماں نے اسے اپنے بیٹے کی جان بچانے کیلئے روایتوں کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔

ماں تو سوتیلی تھی لیکن باپ تو سگا تھا۔ دکھ تو اسے اپنے سگے باپ سے پہنچا تھا۔

حالانکہ کے باپ نے دوسری شادی کے بعد اس کے سر پر کبھی شفقت کا ہاتھ نہیں رکھا تھا۔ لیکن پھر بھی اسے اپنے والد سے اس ظلم کی توقع نہ تھی۔

وہ پڑھی لکھی لڑکی تھی اس نے بی اے کیا تھا۔



لیکن یہ تعلیم بھی اسے نہ بچا سکی۔

وہ اپنی سوچوں میں مستغرق کے ایک دم دھڑام سے دروازہ کھلا۔

شاہ میر اندر داخل ہوا۔

شاہ میر نے اپنے گلے میں پہنا ہوا پھولوں کا ہار بے دردی سے نوچ پھینکا تو وہ دیکھ کر مزید خوفزدہ ہو گئی۔

شاہ میر چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔

کس نے تمہیں میرے کمرے میں بٹھا دیا؟... نگو یہاں سے میں تمہیں اپنی نظروں کے سامنے برداشت نہیں

کر سکتا تو میرے بھائی کے قاتل کی بہن ہوئے شاہ میر غصے سے دھاڑا اور اسے بازو سے کھینچ کر دروازے

تک لایا۔

وہ بیچاری اپنی بے بسی پر ماتم کنہ تھی۔

اس نے دکھ اور کرب کے ساتھ ایک نظر اپنے شوہر پر ڈالی۔

شاہ میر سفید رنگ کے سوٹ میں سیاہ رنگ کا واس کوٹ پہنے بہت ہی وجیہ نظر آ رہا تھا لیکن اس وقت غصے

سے بھرا ہوا تھا۔

شاہ میں نے اسے باہر برآمدے میں پٹخ دیا۔ نیچے مٹی تھی وہ مٹی میں گر گئی۔

شاہ میر یہ کیا طریقہ ہے؟ اس کی ماں ساجدہ نے کہا جو کہ باہر غور توں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

اماں آپ نے اسے میرے کمرے میں کیوں بٹھادیا میں اس کی شکل تک دیکھنا نہیں چاہتا۔ شاہ میر نے غصے سے اپنی ماں سے کہا۔

وہاں پر موجود عورتوں نے دلہن کی شکل کی طرف دیکھا جو اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے حیرت سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

اپنی جھیل سی آنکھوں اور مڑی ہوئی گھنی پلکوں کے ساتھ وہ سب کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔۔۔ وہ حسن کے تمام ہتھیاروں سے لیس تھی۔ دھکا دینے کی وجہ سے اس کے سیاہ بال جوڑے سے کھل کر شانوں پر بکھر کر گئے تھے اس کا دوپٹا تو دروازے میں ہی اٹک کر اس کے سر سے اتر چکا تھا۔

اماں میں نے ابا سے کہا تھا مجھے قاتل کی بہن نہیں قاتل چاہیے۔۔۔ لیکن میری کسی نے نہیں سنی۔ شاہ میر بولا۔

بیٹا یہ ہمارا نہیں سرداروں کا فیصلہ تھا اور سرداروں کا فیصلہ ہمیں ہر حال میں ماننا ہی۔۔۔ ساجدہ نے کہا۔  
ہم سرداروں کے نوکر نہیں ہیں اماں۔۔۔ ہم بھی اچھے خاصے زمیندار ہیں بھکاری ہم بھی نہیں ہے کہ کسی کے آگے سر جھکائیں۔ وہ چیخ کر بولا۔

بیٹا اس کے بھائی نے تمہارے بھائی کو جان بوجھ کر نہیں مارا وہ غلطی سے مرا۔ کوئی قبائلی جھگڑا تو نہیں تھا ہمارا ان لوگوں کے ساتھ بس ایک غلطی تھی۔ شاہ میر کی چچی سکینہ نے کہا۔

غلطی؟؟؟ اس کے بھائی نے میرے بھائی کے سر پر اتنی زور سے ڈنٹا مارا کہ وہ اسی وقت جاں بحق ہو گیا اور آپ کہہ رہی ہیں کہ یہ غلطی ہے؟ چاچی یہ غلطی نہیں یہ خون ہے خو۔ شاہ میر کا غصہ عروج پر تھا۔ ایمان ابھی تک مٹی میں گری پڑی تھی۔ نا اسے اٹھنے کی ہمت ہو رہی تھی اور نہ کسی نے اسے اٹھانے کی زحمت کی تھی اب تک۔

یہ اس کی شادی کی پہلی رات تھی جس کے لئے لڑکیاں ہزاروں سپنے سجا کر اپنی پیادیس سدھارتی ہیں۔ اتنا برا سلوک کوئی دشمن نہیں کر سکتا ہے اور ہاں وہ دشمنوں کے پاس ہی آئی تھی۔ وہاں موجود ایک خاتون کو ترس آ گیا وہ اٹھی اور ایمان کو اٹھایا۔

شاہ میر تھوڑا خدا ترسی کرو۔ خدا کے عذاب سے ڈرو بیٹا اس بچاری کا کیا قصور ہے اس سارے معاملے میں میں؟ زرینہ بیبی نے ایمان کو اٹھاتے ہو۔ کہا۔

بس کر دے زرینہ چاچی اگر آپ کا اپنا بیٹا اس طرح مارا گیا ہوتا تو آپ ایسا نہ کہتیں۔ شاہ میر کہتا ہوا ہر نکل گیا۔

زرینہ نے ایمان کو دوسرے کمرے میں چار پائی پر بٹھادیا۔

دیکھو بیٹا بھی اس وقت شاہ میر بہت غصے میں ہے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کا غصہ کم ہو جائے گا۔ وہ تمہارا شوہر ہے تم سے زیادہ دیر دور نہیں رہ سکتا۔ اور تم ہو ہی اتنی زیادہ خوبصورت کے وہ کسی نہ کسی دن تمہاری محبت میں ضرور گرفتار ہو جائے گا بس تمہیں ہمت نہیں ہارنی ہے۔ زرینہ نے پیار سے سمجھایا۔

لیکن ایمان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ تو خوف سے اس قدر کانپ رہی تھی کہ اسے کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔

زرینہ اسے کمرے میں بٹھا کر چلی گئی۔ اسے کسی نے پانی اور کھانے تک کانہ پوچھا تھا اس کا گلا خشک ہو رہا تھا اسے پانی کی اشد ضرورت تھی اس نے صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا بھوک کے مارے اسے چکر آرہے تھے۔ کافی دیر کے بعد سکینہ کو احساس ہوا۔ تو ایمان کے لیے کھانا لے کر آئی۔

لڑکی کھانا کھا لو تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ ہم بھی انسان ہیں ظالم نہیں ہیں۔ ظلم تو ہمارے خاندان کے ساتھ ہوا تھا۔ پر خیر اب حساب برابر ہو گیا۔ سکینہ بیبی نے کہا۔

سکینہ بی بی کے جانے کے بعد اس نے نوالہ منہ میں لیا تو زندگی کا احساس ہوا۔ بھوک بہت بری چیز ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اس میں کچھ توانائی آئی۔ پانی بھی سامنے پڑا تھا اس نے پی لیا۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ کیا اسے آج رات اس کمرے میں اکیلے سونا پڑے گا جس میں صرف ایک چارپائی رکھی ہوئی تھی اور ایک لحاف تھا۔

شاہ میر کے کمرے میں سونے سے زیادہ اسے یہاں سونا بہتر لگ رہا تھا۔ اس کے دل میں شاہ میر کا خوف آج سے ہی بیٹھ گیا تھا۔ اس طرح کا سلوک تو کوئی کسی جانور کے ساتھ بھی نہیں کرتا ہے جیسا اس کے شوہر نے اس کے ساتھ کیا۔

شاہ میر کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو آج ایمان کی ہمراہی پا کر ہواؤں میں اڑ رہا ہوتا کیونکہ وہ تھی اتنی پیاری پڑھی لکھی سلجھی ہوئی۔

وہ سوچتی سوچتی سو گئی۔

صبح سویرے ساجدہ نے آکر اسے اٹھایا۔

اٹھو بی بی کام پر لگ جاؤ۔ میں اکیلی بوڑھی عورت ہوں اس دن کے انتظار میں تھی کہ بہو آئے گی تو سارا گھر سنبھال لے گی۔ بہو بھی آئی تو ایسے شخص کی بہن جس نے میری کوک اجاڑ دی۔ اٹھو اب کام پر لگ جاؤ۔ کوئی من چاہی دلہن نہیں ہو تم جو اس طرح پڑی ہوئی ہو۔۔ سجدہ کہہ کے باہر نکل گئی۔

وہ اپنا بھاری بھر کم فراک سنبھالتے ہوئے اٹھی جو اس کی شادی کا جوڑا تھا۔ رات اسے لباس تبدیل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے کپڑوں کا چھوٹا سا بیگ شاہ میر کے کمرے میں تھا۔ اب اسے ہر حال میں یہ لباس تبدیل کرنا تھا کیونکہ اس بھاری بھر کم جوڑے کے ساتھ وہ کام نہیں کر سکتی تھی۔

اور اس کام کے لیے اسے شاہ میر کے کمرے میں جانا تھا۔ وہ یقیناً اس وقت سو رہا ہو گا ایمان بے حد خوفزدہ تھی۔

وہ اٹھی اور آرام سے اس کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کھڑکی سے آنے والی ہلکی سی روشنی میں بیگ نظر آگیا۔

شاہ میر بیڈ پر سو رہا تھا۔ وہ آرام سے چلتی ہوئی بیگ تک آئی۔ اس کی پوری کوشش یہی تھی کہ شاہ میر کی نیند خراب نہ ہو۔ اگر وہ جاگ گیا تو ایمان کی شامت آجانی تھی۔

اس نے آرام سے سے بیگ اٹھایا اور کمرے سے باہر آگئی۔ دل میں شکر ادا کیا کہ شاہ میر کی نیند خراب نہیں ہوئی تھی۔

وہ بیگ اٹھا کر واپس اسی کمرے میں چلی آئی۔ جہاں اس نے رات بتائی تھی۔

اس نے ایک جوڑا نکالا اور پہن لیا۔ پھر باہر آئی جہاں گھر کے باقی افراد چائے پینے میں مشغول تھے۔ وہ ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتی تھی۔

ساجدہ اس کی ساس ہے وہ اتنا جان گئی تھی۔ باقی دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور ایک لڑکا۔ اور سکیہ جو کے اس کے شوہر کی چچی تھی۔

جھاڑوا اٹھاؤ اور صفائی شروع کرو۔ وہاں پر موجود ایک لڑکی نے اسے آرڈر دیا۔ وہ لڑکی صفیہ تھی اس کی چھوٹی تند۔ جس کی عمر سولہ سال تھی۔

میں صفائی دیتی ہوں چائے پینے کے بعد اگر چائے نہ پی تو میرے سر میں درد ہو جائے گا اور پھر مجھ سے کوئی کام نہیں ہو گا۔ ایمان نے ڈرتے ہوئے کہا۔

پچھلے سے شاہ میر بھی آگیا۔ اس نے سن لیا۔

کوئی ضرورت نہیں ہے چائے پینے کی صفائی کرو۔ اس کی دوسری تند عافیہ بولی۔



شاہ میر آرام سے چلتا ہوا باہر چارپائی پر آکر بیٹھ گیا۔

اس نے ایک نظر ایمان پر ڈالی۔

وہ اب گلابی کاٹن کا سوٹ پہن ہوئے تھی۔ چہرے پر میک اپ کے مٹے مٹے اثرات تھے۔ سیالمبے بال ایک

شانے کو جھول رہے تھے۔ شاہ میر اک پل کو کھوسا گیا۔

اس کی سب سے خاص بات اس کی گھنی پلکیں تھی جو اوپر کو مڑی ہوئی تھیں۔ اس کی جھیل سی آنکھیں اور گھنی

پلکیں اس کے چہرے کا سب سے نوٹ کیا جانے والا حصہ تھیں۔

دے دو چائے اسے۔۔ شاہ میر نے کہا تو ایمان حیران ہوئی۔

شاہ میر کی بات پر ایمان نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کے لئے نرم پڑ

گیا ہے وہ تو سوچتی تھی کہ وہ اسے چائے بھی پینے نہیں دیگا۔

اس کی چھوٹی تند عافیہ نے اسے چائے کی پیالی دی وہ بیٹھ کر پینے لگی۔ وہ چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ شاہ میر اسے

ہی دیکھ رہا تھا۔ چائے پینے کے بعد شاہ میر گھر سے باہر نکل گیا اور سارا دن باہر ہی رہا۔

یہ اس کے روز کا معمول تھا وہ صرف کھانے اور سونے کے لئے ہی گھر آتا تھا۔ بعض اوقات تو کھانا بھی باہر

کسی دوست کے گھر کھالیا کرتا تھا اور ڈیرے پر ہی سو جایا کرتا تھا۔

لیکن آج نہ جانے کون سی کشش شام کو جلدی اسے گھر لے آئی۔ گاؤں میں کھانا جلدی بن جاتا تھا اس لیے مغرب تک سب کھانا کھا کر فارغ ہو چکے ہوتے تھے اور جلدی سو جایا کرتے تھے۔

لیکن آج کل موبائل اور انٹرنیٹ کا دور تھا۔ گاؤں کے لڑکے ساری ساری رات موبائل میں نیٹ چلاتے تھے۔ اس لیے وہ اب دیر سے سونے لگے تھے۔

شامیر بھی ساری ساری رات ڈیرے پر دوستوں کے ساتھ بیٹھا رہتا اور دیر تک موبائل میں انٹرنیٹ چلاتا۔۔۔ رات کا کھانا کھاتے ہی وہ نکل جاتا اور پھر بہت دیر سے گھر آتا تھا۔

آج بھی وہ کھانا کھانے کے لئے آیا اس کا غصہ قدر کم تھا آج۔ یا پھر شائد یہ ایمان کے حسن کا اثر تھا جس سے متاثر ہوئے بغیر وہ نہیں رہ سکا

کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آیا۔ پھر کچھ سوچ کر ایمان کے پاس گیا جو دوسرے کمرے میں چارپائی پر اکیلے بیٹھی ہوئی کچھ سوچ رہی تھی۔

میرے کمرے میں آؤ شاہ میر نے ایمان کو کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا ایمان کی تو جیسے سن کر جان ہی نکل گئی۔

وہ کمرے کی طرف بڑھنے لگی اس کے قدم من من کے ہو رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی نہ جانے کیا بات ہے کہیں وہ سے پھر سے مارنے نہ لگ جائے اسے۔

وہ کمرے کے اندر آئی جہاں شاہ میر الماری میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ اس کے قریب آیا اور دروازہ بند کیا کنڈی لگادی۔

ایمان حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

شاہ میر اس کے بالکل قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے نقوش دیکھنے لگا۔ اس کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں اور بہت گھنی اور خوبصورت تھیں۔ لیکن خوف کے مارے اس کی پلکیں بھی لرزتی رہی تھیں۔ پھر شاہ میر کی نظر اس کے بالوں پر گئی جو ایک شانے کو ڈھلکے ہوئے تھے۔ اس کے بال بہت خوبصورت اور لمبے تھے۔ شاہ میر نے اس کے آگے کی ایک لٹ اپنے ہاتھوں میں لی تو اس نے نظر اٹھا کر شاہ میر کو دیکھا۔

ایمان حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی سوچ رہی تھی کہ کیا وہ نرم پڑ رہا ہے؟ وہ خوفزدہ تو بہت تھی لیکن اندر اندر اسے اطمینان بھی آرہا تھا۔ شاہ میر شاید اسے بیوی کے روپ میں قبول کرنے لگا ہے۔

شاہ میر میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے بیڈ تک لے آیا اسے بٹھایا اور اسے دیکھنے لگا۔ اس نے اپنی زندگی میں اتنی حسین لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ لڑکی بھی وہ جو اس کے لیے جائز تھی۔

حسین تو بہت ہو۔ شاہ میر نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔ ایمان روایتی بیوی کی طرح دل ہی دل میں اس تعریف پر خوش ہوئی تھی۔

اس کی پلکیں ابھی بھی جھکی ہوئی تھی اور شاہ میر بس اس کے حسن میں حیران ہو کر رہ گیا تھا۔

پڑھی لکھی ہو؟ شاہ میر نے پوچھا تو ایمان نے اثبات میں سر ہلایا۔

کتنّا؟ اس نے اگلا سوال کیا۔

گر بجویٹ ہوں پر ایٹوٹی بی اے کیا ہے۔ ایمان لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

شہر میں رہتی تھیں؟ شاہ میر نے پوچھا۔

شہر میں چھوٹی سی کالونی تھی وہاں پر۔ وہاں کے مقامی اسکول اور کالج سے تعلیم حاصل کی۔ ایمان نے بتایا وہ اب قدرے پرسکون تھی۔

کل جو ہوا اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ بس غصہ آگیا تھا شاہ میر نے کہا تو وہ حیران ہوئی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کر رہا ہے اسے معافی بھی مانگ رہا ہے۔

کوئی بات نہیں۔ ایمان نے کہا۔

غصہ تو ابھی بھی اس کے دل میں بہت تھا۔ لیکن اس نے ابھی اپنا غصہ ایک طرف رکھ دیا تھا۔ ہر مرد کی طرح وہ بھی ایک عورت کے حسن پر فدا ہونے لگا تھا۔ حسن ایک واحد ہتھیار تھا ایمان کے پاس۔

شاہ میر نے اسے اپنے حصار میں لیا کہ اچانک اس کا فون بجا۔

کہاں ہے یار یہاں پر محفل جمی ہوئی ہے؟ ہم سب دوستوں نے چائے بنائی ہے انٹرنیٹ بھی چل رہا ہے آجاؤ

گپ شپ لگاتے ہیں بہت مزہ ہے آگ بھی جلائی ہوئی ہے آگے سے اُسکے دوست قاسم نے کہا۔

شاہ میر نے ایک نظر ایمان کو دیکھا۔ اور سوچ میں پڑ گیا۔

تم لوگ انجوائے کرو میں آج نہیں آسکتا شاہ میر بولا۔



اگر آج نہیں آئے نہ تو بس ہماری دوستی ختم پھر کبھی مت آنا۔ قاسم نے کہا۔

اچھا اچھا ٹھیک آتا ہوں شاہ میر نے کہا اور آٹھ کھڑا ہوا۔ ایمان نے اسے دیکھا۔

میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ وہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ ایمان نے لمبی سانس لی۔

شاہ میر کے جانے کے بعد وہ اٹھی اور آئینے میں اپنا سراپا دیکھا۔ پھر ایک دم سے اس نے اپنے بکھرے بال

بنائے۔ اپنا علیہ درست کیا۔ صبح والا میلہ کچیلہ لباس تبدیل کیا جو کہ سارا دن کام کرنے اور کپڑے دھونے

کی وجہ سے میلہ ہو گیا تھا۔ میک اپ کی اسے کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ پھر بھی اُس نے ہلکا سا میک اپ کیا۔

اور مطمئن تھی کہ شاہ میر اس کا ہونے والا ہے۔ اس نے سوچا کہ وہ ساری زندگی شاہ میر کی خدمت میں کرے گی

اسے اپنا بنالے گی۔ اس کو اتنی محبت دیگی کہ وہ ساری نفرت بھول کر اس سے محبت کرنے لگے گا۔ اور پھر

اس کی زندگی جنت بن جائے گی۔

لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کی زندگی اب پھر سے جہنم بھرنے والی ہے۔

شاہ میر ڈیرے پر آیا جہاں سردی کی وجہ سے اس کے دوست آگ جلا کر بیٹھے ہوئے تھے اور چائے کی کیتلی

آگ میں اوپر رکھی ہوئی تھی۔

یہ گاؤں کا عام ڈیرا نہیں تھا یہ لڑکوں نے اپنے لیے خاص ڈیرہ بنایا تھا جہاں پر صرف یہ لڑکے ہی رات گزارتے

تھے۔

آگیا آگیا ہمارا یار۔ قاسم نے اسے دیکھ کر دور سے آواز لگائی۔ وہ آکر سب کے ساتھ بیٹھ گیا۔

بڑی زبردست چائے بنائی ہے آج حامد نے کہا۔

ویسے یہ بتا تو آج رہ کہاں گیا تھا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اپنے بھائی کے قاتل کی بہن کے پاس چلا گیا تھا؟ قاسم نے کہا تو شاہ میر نے ان سے نظریں چرائیں۔

دیکھا دیکھا یہ نظریں چرا رہا ہے اس کا مطلب یہ اپنی نئی نویلی دلہن کے پاس تھا فرید نے کہا۔

کیا یہ سچ ہے شاہ میر؟ قاسم نے پوچھا تو شاہ میر نے اثبات میں سر ہلایا۔

شاباش میرے دوست شاباش۔۔۔ واہ واہ۔۔۔ کیا بد لہ لیا ہے اپنے بھائی کا۔۔۔ ایک رات میں اپنے بھائی کا خون بھول گیا۔ تجھ جیسے بہادر لڑکے سے یہ توقع نہیں تھی کہ ایک لڑکی کے حسن کے آگے ایک دن میں ہار مان جائیگا۔۔۔ تو بھی نکلانا وہی کمزور مرد۔۔۔ قاسم نے غصے سے کہا۔

ایسی بات نہیں ہے۔۔۔ میں تو بس۔۔۔ شاہ میر نے بہانہ بنایا۔

بات یہ ہے کہ تم تو بس اس کے حسن پر فدا ہو گئے اور سب کچھ بھول گئے لیکن میں تمہیں ایک بات یاد دلانا چاہوں گا قاسم نے کہا۔

کوئی بات؟ شاہ میر نے کہا۔

دیکھ میرے بھائی۔ ان لوگوں نے ایک دم سے خون بہا میں پیسے دینے کی بجائے اپنی بیٹی دے دی۔ آخر کوئی تو چکر ضرور ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی کا کہیں پہلے ہی کسی کے ساتھ چکر تھا۔ اور پھر بدنامی کے خوف سے انہیں موقع مل گیا اپنی عزت بچانے کا اور تیرے سر پر تھونپ دیا اسے۔ ورنہ مجھے بتاؤ کون اپنی

بیٹی اس طرح سے اتنی آسانی سے دیکھ سکتا ہے کسی کو؟ لوگ تو اپنا سر کٹانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اپنی بہنوں کی عزت بچانے کے لیے۔ لیکن یہ کیسے باپ اور بھائی تھے جنہوں نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنی بہن کی قربانی دے دی؟ یقین بے غیرت لوگ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی اور کا گناہ تیرے سر پر ڈال رہے ہوں۔ پہلے اس لڑکی کا کردار تو چیک کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی اور کا گناہ تجھے پالنا پڑ جائے۔ ابھی کچھ مہینے اس سے دور رہ۔۔۔ قاسم نے کہا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔

ہاں یار قاسم بالکل ٹھیک کہہ رہا۔ تجھے جلد بازی نہیں کرنی چاہیے حامد نے کہا۔  
بات تو صحیح ہے تمہاری شاہ میر بولا۔

چل آگے احتیاط کرنا۔۔۔ یہ لے چائے پی۔۔۔ حامد نے چائے کی پیالی بھر کر اس کی طرف بڑھائی۔

وہ چائے لیکے پینے لگا۔۔۔ ابھی بھی اس کی آنکھوں کے سامنے ایمان کا چہرہ آرہا تھا۔

سب دوست باتوں میں مشغول ہو گئے۔ ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ لیکن شاہ میر آج کہیں کھویا کھویا لگ رہا تھا۔ اسے دوستوں کی یہ محفل ہمیشہ سے اچھی لگتی تھی اور اس کا یہاں سے اٹھنے کو بھی دل نہیں کرتا تھا۔ لیکن پتہ نہیں کیوں آج اس کا اس محفل میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ شاید وجہ ایمان تھی۔ جو اس کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ وہ اس سے کہہ کر آیا تھا کہ تھوڑی دیر میں آتا ہوں...

ایمان اس کا انتظار کرتے کرتے یوں ہی بیڈ پر سو گئی۔ وہ دیر سے واپس آیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر ایمان ایک دم سے جاگ اٹھی اور اٹھ کر سیدھی بیٹھ گئی۔ شامیر نے دیکھا اس نے اپنا لباس تبدیل کیا ہوا ہے اور میک اپ بھی۔ وہ پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ پھر اچانک شاہ میر کو قاسم کی باتیں یاد آئیں۔

تم دوسرے کمرے میں جا کر سو جاؤ مجھے نیند آرہی ہے۔ اس نے ایمان سے کہا اور بتی بجھا کر بیڈ پر لیٹ گیا اور کمبل اپنے اوپر تان دی۔

ایمان اب اندھیرے کمرے میں حیرت زدہ بیٹھی ہوئی تھی۔

ایمان مایوس ہو کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ ایک امید جو اس کے دل میں تھوڑی دیر پہلے جاگی تھی کہ اس کا گھر صحیح سے بس جانے والا ہے وہ امید ٹوٹ گئی تھی۔

وہ چپ چاپ اٹھ کر چارپائی پر لیٹ گئی اب اس کے آنسو اس کے گالوں پر رواں تھے۔

پتا نہیں تھوڑی دیر میں کیا ہو گیا کیا باہر کسی نے کچھ کہہ دیا ان کو جو اس طرح سے ایک دم بدل گئے۔

ایمان نے خود سے کہا۔

www.urdu novelsmania.com

ونی میں آئی ہوئی لڑکی کو اتنے خواب نہیں دیکھنے چاہیے شاید۔ وہ پھر بولی۔

وہ سوچتے سوچتے اور آنسو بہاتے بہاتے سو گئی۔ صبح کی پہلی کرن اس کمرے کی کھڑکی سے اندر داخل ہوئی تو اس کی آنکھ کھلی۔ وہ چپ چاپ سے اٹھ گئی اور باہر آئی۔ باہر ایک ہی جگہ تھی جہاں پر پانی والا نکلا لگا ہوا تھا۔ ہر کوئی وہاں پر ہی منہ دھوتا تھا۔ اسی جگہ کو نہانے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ نلکے کے ساتھ ایک پانی کا



موٹر بھی لگا ہوا تھا۔ لیکن پانی کی موٹر کو صرف نہانے کے لئے اور پھولوں کو پانی دینے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا باقی منہ دھونے کے لیے یا نماز کیلئے وضو کرنے کے لیے نلکا ہی استعمال ہوتا تھا۔ نلکے کے چاروں اطراف میں دیوار بنی ہوئی تھی۔ اور دروازے کی سائز کا حصہ کھلا ہوا تھا۔ جہاں پر چادر ٹنگی ہوئی تھی۔ وہ وہاں تک آئی تو شاہ میر بھی جاگ گیا اور وہ بھی وہاں منہ دھونے کے لیے آیا۔ اس نے دیکھا ایمان پہلے سے کھڑی وہاں منہ پر پانی کے چھینٹے مار رہی ہے۔ دوستوں کی باتوں کی وجہ سے اس کا دل ایمان سے ایک دم سے ہی اچاٹ ہو گیا تھا اور طبیعت میں بے زاری واضح دکھائی دے رہی تھی۔

ایمان نے اسے دیکھا تو پانی گرانا شروع کیا تھا کہ وہ منہ دھو سکے۔

ہٹو میں خود کر لو نگشاہ میر نے غصے سے کہا تو ایمان وہاں سے چلی گئی۔

پھر وہ مٹی سے بنے چولہے کے قریب آئی جہاں چائے رکھی ہوئی تھی۔ باقی سب بھی وہاں بیٹھ کے چائے پی رہے تھے۔ چائے پینے کے بعد ایمان نے جھاڑوا اٹھایا اور صفائی شروع کی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کو یہ کام کرنے کے لیے کہا جائے گا اسی لیے اس نے کسی کے کہنے سے پہلے ہی جھاڑوا اٹھالیا۔

شاہ میر چائے پینے کے بعد باہر نکل گیا تو ایمان کو مایوسی ہوئی۔

لڑکی اب جھاڑو کی جان چھوڑ بھی دو اور آٹا گوند ہو پراٹھے پکاؤ۔ اس کی ساس نے کہا۔

اس نے جھاڑور کھ دیا اور آٹا گوند ہنسنے کے لیے سامان اکٹھا کیا۔ گاؤں میں سویرے ہیں کھانا کھایا جاتا تھا اس لیے سویرے ہی دوپہر کے کھانے کی تیاری شروع کر دیتے تھے۔

ایمان نے لکڑیاں توڑ کر آگ جلائی۔ وہ گاؤں میں رہ چکی تھی اس لیے اس سے گاؤں کے سارے کام آتے تھے۔ پراٹھے پکانے کے بعد وہ اٹھی تو اس کے کمر میں بہت درد ہونے لگا۔ ایک تو جھاڑودی اوپر سے اتنی روٹیاں پکائیں۔ اس کی دونوں تند سیر ساپٹوں میں نکل گئیں۔۔۔ کبھی اس کے گھر کبھی اس کے گھر ان دونوں کی کام سے چھٹی ہو چکی تھی۔

ایمان تھکن کی وجہ سے ہکان ہو گئی اور کمرے میں جا کر لیٹ گئی چارپائی پر۔

یہ لوگ اچھے خاصے زمیندار تھے ان کا گھر بھی بڑا اور پکا تھا۔ گھر میں کافی کمرے تھے فرش بھی لگی ہوئی تھی اور رنگ و روغن بھی تھا۔ گھر تھوڑا شہر کا سا تاثر دے رہا تھا۔ بہت خوبصورت پھول دیوار کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ سولر سسٹم کی تمام تر سہولیات گھر میں موجود تھیں۔

اماں میرا کھانا کدھر ہے؟ شاہ میرے آواز لگائی۔ ایمان ایک دم سے کھڑی ہوئی اور باہر آئی اس نے شاہ میر کا کھانا سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ اس نے کھانا شاہ میر کے آگے رکھا۔ شاہ میر نے چپ چاپ کھانا کھایا اور پھر سے باہر نکل گیا۔ ایمان نے بھی اپنا کھانا کھایا اور دوپہر کی نیند سو گئی۔

شاہ میر حسب معمول اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے خاص ڈیرے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دوستوں کا مقصد آپ صرف ایمان کو ڈسکس کرنا تھا۔ حقیقت میں اس کے سارے دوستوں کو ایمان میں بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ وہ بہانے بہانے سے ایمان کے بارے میں پوچھتے تھے شاہ میر سے۔ ان سب نے سن رکھا تھا کہ خون

بہا میں آنے والی لڑکی بہت حسین ہے وہ سب اسے دیکھنا چاہتے تھے لیکن شاہ میر کی غیرت کی وجہ سے چپ تھے۔

شاہ میر کے گھر کے سامنے سے کوئی بھی لڑکا گزر نہیں سکتا تھا وہ اس قدر سخت تھا۔ اگر کوئی بھولے بھٹکے سے اس کے گھر کے سامنے آکر کھڑا ہو جائے تو شاہ میر بنا کوئی لحاظ کئیے مار مار کر اس کی درگت بنا دیتا تھا۔

یار سنا ہے تیری بیوی شہر میں بھی رہتی تھی حامد نے موضوع چھیڑا۔

ہاں موبائل پر گیم کھیلتے ہوئے شاہ میر نے مختصر سا جواب دیا۔

پھر تو ضرور تیری بیوی کے پاس موبائل بھی ہو گا قاسم نے کہا۔

پتا نہیں میں نے نہیں دیکھا اسے آئے ہوئے دو دن ہی ہوئے ہیں میں نے زیادہ غور نہیں کیا شاہ میر نے موبائل سے سر اٹھائے بغیر ہی جواب دیا۔

یہ جو شہر کی لڑکیاں ہوتی ہے نہ ان کے پاس موبائل بھی ہوتا ہے اور موبائل میں ان کے بڑے چکر بھی ہوتے ہیں۔ تو دھیان رکھنا اس بات کا۔ اگر کوئی رانگ نمبر سے کال وغیرہ آئے اور بات نہ کرے تو سمجھ جانا کی اس کا کوئی پرانا عاشق بھی ہو سکتا ہے۔ حامد نے کہا تو شاہ میر نے اسے غصے سے گھورا۔

زبان سنبھال کر بات کرو ذرا۔ دوست ہو اس کا مطلب یہ نہیں کہ کچھ بھی بول دو۔ شاہ میر تھوڑا سخت ہوا۔

ہم تو تیرے بھلے کے لیے کہتے ہیں جو کچھ بھی کہتے ہیں اگر تجھے ہماری باتیں بری لگتی ہیں تو ٹھیک ہے آئندہ کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ حامد اور قاسم دونوں کہہ کر اٹھنے لگے تو شاہ میر نے انہیں روک لیا۔

بیٹھ جاؤ۔ ایسے ہی ایک بات کی تھی میں نے ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے شاہ میر نے کہا تو وہ دونوں بیٹھ گئے۔

شام کو شاہ میر گھر واپس آیا تو اسے حامد اور قاسم کی باتیں یاد نہیں تھیں۔ لیکن پھر کہیں سے باہر موبائل کے بجنے کی آواز آرہی تھی اس نے دیکھا تو ایک موبائل پڑا ہوا تھا کمرے میں جہاں ایمان رہتی تھی۔

یہ تمہارا موبائل ہے؟ اس نے ایمان سے پوچھا تو ایمان نے اثبات میں سر ہلایا۔ شاہ میر نے کال اٹینڈ کی۔ آگے سے اس کی کوئی سہیلی تھی۔ شاہ میر نے چپ چاپ موبائل ایمان کے حوالے کر دیا ایمان اپنی سہیلی سے باتیں کرنے لگی۔

اگلے روز پھر ایمان کا موبائل بجا اور بجتا ہی رہا۔ شاہ میر نے کال اٹینڈ کی مگر آگے سے کوئی کچھ بول ہی نہیں رہا تھا۔ شاہ میر ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا۔ لیکن آگے سے ہنوز خاموشی تھی۔ نمبر بھی سیو نہیں تھا کوئی ان نون نمبر تھا۔ پھر شاہ میر کو اپنے دوستوں کی باتیں یاد آئیں۔

کون ہے جو بار بار فون کر رہا ہے اور میں اٹھا رہا ہوں تو بات نہیں کر رہا ہے شاہ میر نے غصے سے ایمان سے پوچھا تو وہ ڈر گئی۔

مجھے نہیں پتہ ضرور کوئی رانگ نمبر ہو گا ایمان نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

رانگ نمبر کی پگجی ضرور تیرا کوئی عاشق ہو گا۔ میں اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ یہ سب برداشت کر سکوں شاہ میر نے اس کا فون زور سے دیوار پر مارا جو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا اب۔



بد کردار۔۔۔ اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا یاد رکھنا۔ شاہ میر نے کہہ کر لاتوں اور گھونسوں کی بھرمار کر دی تھی ایمان پر۔

وہ زمین میں ہی پڑی رہی اور مار کھاتی رہی۔

شاہ میر کیا ہو گیا کیوں مار رہے ہو اسے؟ اس کی چچی سکینہ نے پوچھا اور آگے بڑھ کر ایمان کو اٹھایا۔ چاچی یہ بد کردار لڑکی ہے۔ کوئی اس سے بار بار فون کر رہا تھا اور میں اٹھا رہا تھا تو آگے سے خاموشی تھی شاہ میر نے سرخ چہرے کے ساتھ کہا۔

سکینہ لا جواب ہو گئی۔ وہ جانتی تھی گاؤں والی اس معاملے میں بہت غیرت مند ہوتے ہیں۔ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی ایسی لگتی تو نہیں ہے یہ سکینہ نے ایمان کی طرف دیکھ کر کہا جو مار کھانے سے بے حال ہو چکی تھی۔ شور سن کر گھر کے باقی افراد بھی جمع ہو گئے۔

مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی ہے چاچی۔ یہ شہر میں رہتی تھی اور اس کے پاس موبائل بھی تھا۔ شہر میں رہنے والی لڑکیوں کے موبائل میں بڑے چکر ہوتے ہیں۔ شاہ میر نے اپنے دوستوں کا پڑھایا ہوا سبق اپنے گھر والوں کو سنایا۔

ایمان اب حیرت سے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔

میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔ ایک رانگ نمبر آجانے سے میں بد کردار ثابت نہیں ہو جاتی۔ ہزاروں لوگوں کے موبائل میں رانگ نمبر آتے ہیں۔ تو کیا وہ سب بد کردار ہوئے؟ ایمان نے روتے ہوئے کہا۔

زبان چلاتی ہے؟ اس کی ساس نے آگے بڑھ کر اس کے بال کھینچے۔

چھوڑ دے اماں بہت مار چکا ہوں اسے۔ پتا نہیں کیوں شاہ میر کو اپنی ماں کا اس طرح سے ایمان پر حملہ اچھا نہیں لگا تھا۔

ایمان اپنی جان بچا کر کمرے میں چلی گئی۔ اور چارپائی پر لیٹ کر لحاف اپنے اوپر تان دیا۔ وہ بیچاری اپنے لحاف کے اندر کانپ رہی تھی۔

پھر یہ مار کٹائی روز کا معمول بن گئی۔ اب چھوٹی چھوٹی باتوں پر شاہ میر اس پر ہاتھ اٹھانے لگا تھا۔ انسان جب ایک بار عورت پر ہاتھ اٹھانے کا عادی ہو جائے تو اس کو عادت پڑ جاتی ہے۔ شاہ میر کو بھی عادت پڑ چکی تھی۔ چائے ٹھنڈی ہو، یاں کھانے میں نمک زیادہ ہو، تان کپڑے استری نہ کیے ہوں۔۔ ان سب باتوں پر ایمان ہر آئے دن مار کھاتی تھی۔

کبھی کبھی اسے دیکھ کر شاہ میر کا رویہ بدلنے لگتا تھا۔ وہ کی طرف قدم بڑھانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے دوستوں نے اسے ایمان کے اس قدر خلاف کر دیا تھا کہ وہ چاہ کر بھی ایمان سے دور تھا۔ جو پیار کی حقدار تھی اسے دن رات مارا جا رہا تھا۔

یوں دو ماہ بیت گئے۔

ایمان۔۔ ایمان۔۔ شاہ میر گھر آتے ہی غصے سے چلانے لگا۔

کیا ہوا؟ ایمان نے ڈر کر کہا۔

میں نے تم سے کہا تھا میرے مہمان ہی اچھی سی چائے بنانا۔ اور تم نے چائے میں چینی کی جگہ نمک ڈال دیا؟ میری اتنی تذلیل کرائی مہمانوں کے سامنے۔ شاہ میر کہہ کر اسے مارنے کے لئے آگے بڑھا اس نے ہاتھ اٹھایا۔ ایمان خود کو بچانے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ آگے کیے۔

لیکن اس سے پہلے ہی کوئی ایک ہاتھ آگے آیا اور اس نے شاہ میر کا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔ ایمان جھکی ہوئی تھیں نیچے کی طرف خود کو بچانے کے لیے اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ایک مردانہ ہاتھ اسے نظر آیا جس نے شاہ میر کا ہاتھ زور سے پکڑا ہوا تھا۔

پھر ایمان کی نظریں اس کے ہاتھ سے ہوتی ہوئی اس شخص کے چہرے تک گئیں۔ وہ جو بھی تھا شاہ میر کا ہم عمر تھا۔ نیلے رنگ کی جینس پر سیاہ رنگ کی شرٹ پہلے دائیں کاندھے پر بیگ لٹکائے وہ کھڑا تھا۔ اس کی گرفت ابھی تک شاہ میر کے ہاتھ میں مضبوطی سے تھی۔ وہ دیکھنے میں شہر کا کوئی بہت ہینڈ سم لڑکا لگ رہا تھا۔ شاہ میر عورت پر ہاتھ اٹھانا بزدلوں کا کام ہے۔۔۔ تو کب سے اتنا بزدل ہو گیا ایمان نے اس لڑکے کو کہتے ہوئے سنا تھا۔۔۔

شاہ میر نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ نیچے گرا دیا۔

یہ خون بہا میں آئی ہے شاہ میر نے بتایا۔

ہاں پتہ چل گیا تھا مجھے تمہارے اس کارنامے کا۔ کہ تم سب نے ایک لڑکی کو فرسودہ رسومات کی بھینٹ چڑھا دیا۔ اور اب نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ بے قصور پرہاتھ بھی اٹھانے لگے ہو تم اس لڑکے نے کہا تو ایمان حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

اس کی غلطی تھی میرے مہمان آئے ہوئے تھے۔ میں نے اس سے کہا بھی تھا اچھی سی چائے بنانا لیکن اس نے چائے میں چینی کی جگہ نمک ڈال دیا میری کتنی تذلیل ہوئی تو اندازہ نہیں کر سکتے ہو مراد شاہ میر نے کہا۔ پھر بھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم عورت ذات پر ہاتھ اٹھاؤ۔ ہماری ایسی تربیت تو نہیں کی تھی ہمارے بڑوں نے مراد اسے شرمندہ کئے جا رہا تھا۔

یہ ہم میاں بیوی کے آپس کا معاملہ ہے تم بیچ نا ہی بولو تو اچھا ہے شاہ میر کو کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا تو اس نے کہا۔

ٹھیک ہے آپ دونوں کے معاملات آپ ہی جانیں۔ میں بہت تھکا ہوا ہوں آرام کرنے جا رہا ہوں لمبا سفر کر کے آیا ہوں مراد نے ایک نظر ایمان پر ڈالی اور اندر کمرے میں چلا گیا۔

شاہ میر نے ایمان کی طرف دیکھا اور غصے سے باہر نکل گیا۔ ایمان حیران تھی کہ یہ شخص کون ہے اس نے پہلے کبھی اسے اس گھر میں نہیں دیکھا تھا۔



مراد اپنے کمرے میں چلا گیا اور سو گیا دوپہر کا وقت تھا۔ شام کو ایمان چائے بنا رہی تھی کہ اسے مراد کمرے سے نکلتا دکھائی دیا۔ وہ نلکے کے پاس گیا اور منہ دھونے لگا۔ پھر باری باری گھر کے تمام افراد چائے پینے کے لئے وہاں پر جمع ہو گئے۔

گاؤں میں شام کی چائے جلدی ہی بن جاتی تھی۔ پھر اس کے بعد جلدی سے رات کے کھانے کی تیاری شروع ہو جاتی تھی۔ شاہ میر بھی آگیا۔

ارے بیٹا مراد تم کب آئے میں نے تو تمہیں دیکھا ہی نہیں۔؟ سکیئنہ نے مراد کو دیکھ کر پوچھا وہ اب چائے پینے کے لئے چارپائی پر بیٹھ چکا تھا۔

دوپہر کو آیا تھا چاچی پھر سو گیا۔ ابھی جاگا ہوں۔ مراد نے بتایا۔

ایمان چائے بناتے ہوئے سن رہی تھی۔ کسی سے پوچھنے کی ہمت تو اسے نہیں تھی کہ یہ شخص کون تھا۔ ان کی باتوں سے ہی وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ وہ کون ہے۔

اچھا چلو اچھی بات ہے۔ چھٹیاں ہیں کیا تمہاری؟ سکیئنہ نے پوچھا۔

بس چاچی ڈگری لے کر آیا ہوں۔ اب نوکری کے لئے باگ دوڑ شروع کر دوں۔ مراد نے کہا۔

شاہ میر کو بھی سمجھاؤ کہ نوکری کرے۔ دن رات اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ سب خود تو کسی کام کے نہیں ہے اس کو بھی بگاڑ دیا۔ شاہ میر کی ماں ساجدہ نے کہا۔ تو شاہ میر نے غصے سے اپنی ماں کو دیکھا۔

اماں گھر میں بیٹھنے دو گی یا نہیں؟ جب بھی آتا ہوں میرے دوستوں کی برائی شروع کر دیتی ہو۔ اور میری اچھی خاصی زمینیں ہیں ان سے آمدنی آ جاتی ہے مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے نوکری کرنے کیا شاہ میر نے مراد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میری طرف ایسے مت دیکھو میں نے کچھ نہیں کہا۔ تمہاری مرضی نوکری کرو یا زمینداری کرو۔ مراد نے شاہ میر سے کہا۔

چائے تیار ہو گئی تھی۔ صفیہ اٹھی اور پیالیوں میں چائے بھر کے سب کو پیش کرنے لگی۔ پہلے ایمان کو لگا کے مراد شاید سکینہ چاچی کا بیٹا ہے۔ لیکن جب اس نے سکینہ کو چاچی کے کرپکار تو اس کی غلط فہمی دور ہو گئی۔ وہ سکینہ اور ساجدہ دونوں کو چاچی کے کرپکار ہاتھا۔

سکینہ بیوہ تھی۔ اُس کا ایک بیٹا تھا ضمیر۔ ساجدہ کے تین بیٹے تھے۔ شاہ میر، فرید اور رشید۔ منجھلا بیٹا فرید جو کے اٹھارہ سال کا تھا۔ کرکٹ کھیلتے ہوئے لڑکوں کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ اس کھیل میں ایمان کا بھائی حیدر بھی شامل تھا۔ ایمان کا بھائی بیس سال کا تھا۔ لڑکوں میں ہاتھ پائی شروع ہوئی۔ سب نے ڈنڈے اٹھائے اور ایک دوسرے کو مارنا شروع کر دیا۔ حیدر نے زور سے ڈنڈا فرید کے سر پر مارا جس پر وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا۔ اور جرگے کے فیصلے کے مطابق حیدر کی بہن خون بہا میں آ گئی۔ یہ معاملہ تو سال تک چلتا رہا پھر یہی خون بہا والا فیصلہ ہوا۔

شاہ میر اور مراد ہم عمر تھے دونوں بیچیس سال کے تھے۔ دونوں چچا زاد تھے۔ مراد کے والدین فوت ہو چکی تھے۔ اس کی بات تو اسے جنم دیتے ہی چلی گئی۔ پھر اس کے والد بھی موذی مرض کی وجہ سے وفات پا گئے۔ یہ سب لوگ مل کر اسی گھر میں رہتے تھے۔

مراد زندگی میں آگے بڑھنا چاہتا تھا وہ سمجھ دار تھا۔ مگر شاہ میرے دوستوں کی باتوں میں آکر ناکارہ گھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دوستوں سے پیسہ نکالتے تھے اسے خوب لوٹتے تھے کھاتے پیتے تھے اس کے پیسے سے۔ شاہ میر کی آنکھوں میں دوستوں کی پیٹی بندھی ہوئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں ایمان کو سمجھا گیا تھا کہ شاہ میر اور مراد چچا زاد ہیں۔ مراد شہر میں پڑھتا تھا اور اب ڈگری لے کر واپس آیا ہے۔ اور آگے نوکری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

لڑکی اب چائے کی جان چھوڑو اور رات کے کھانے کا سامان جمع کرو۔ ساجدہ نے اسے اپنے خیالوں میں گم دیکھا تو کہا۔

ایمان اٹھی اور آٹا گوندھنے کے لیے سامان اکٹھا کیا۔ پہلے وہ آٹا گوندھ کر رکھ دیتی تھی پھر لکڑیاں لا کر رکھ دی تھیں پھر سالن کی تیاری کر تیزی سالن بنانے کے بعد وہ روٹیاں پکاتی تھی۔

یہ سب کرتے ہوئے وہ اتنا تھک جاتی تھی کہ اس میں مزید کوئی اور کام کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن یا اس کا کوئی غمگسار نہیں تھا کوئی اس کا خیال رکھنے والا نہیں تھا نہ ہی تو میک سے کوئی امید تھی اس لئے وہ اب چپ چاپ گھر کا سارا کام کرتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ دن بدن کمزور ہوتی جا رہی تھی۔

کام وہ اپنے باپ کے گھر میں بھی خوب کر دی تھی اس کی سوتیلی ماں سے بہت کام کرواتی تھی۔ لیکن وہاں پھر بھی تھوڑا بہت وقت آرام کرو مل جاتا تھا لیکن یہاں تو بس کام ہی کام تھا اس کی جان ہلکان ہو گئی تھی مگر وہ کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ تھوڑا بہت سکیںہ اس پر ترس کھالیا کرتی تھی اور اس کی مدد کر دیا کرتی تھی ہلکا پھلکا کاموں میں۔ اگر سبزی بنانی ہو تو سکیںہ سبزیاں کاٹ دیا کرتی تھیں اور ایمان جب تک آٹا گوند ہتی تھی۔ لیکن ساجدہ اور شامیر کے خوف سے سکیںہ زیادہ اس کی مدد نہیں کر پاتی تھی۔

ساجدہ نے سختی سے کہا تو مراد نے ایمان کی طرف دیکھا۔ وہ مرجھایا ہوا ایک پھول لگ رہی تھی۔ ایمان نے ایک نظر مراد کو دیکھا۔ اسی بہت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ صبح جو کچھ بھی ہوا وہ اس کی وجہ سے شرمندہ تھی۔

مراد اٹھا اور نماز کیلئے وضو کرنے چلا گیا۔ وضو کر کے وہ آیا تو اس کے بازوؤں اور چہرے سے پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ بہت ہی خوبصورت نوجوان تھا۔ اس کی ہلکی سی داڑھی تھی جو سے مزید پر کشش بنا رہی تھی۔ گالوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ وہ باہر ٹانگیں تو لیے سے ہاتھ منہ پونچھنے لگا۔ وہ آستین فولڈ کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کے بازو نمایاں تھے بے شک وہ مردانہ وجاہت کا شاہکار تھا۔

وہ عصر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف روانہ ہو گیا۔

رات کے کھانے میں ساگ بنا جس کو کھانے کے بعد ایمان کی طبیعت خراب ہو گئی۔ وہ معدے کی مریض تھیں ساگ اس کو سوٹ نہیں کرتی تھی۔

کھانا کھانے کے تھوڑی دیر بعد ہی اس نے الٹیاں شروع کر دیں۔ سب نے دیکھا وہ بہت برے طریقے سے الٹیاں کر رہی تھی۔ شاہ میر نے اسے دیکھا۔ اس کا دل کیا وہ اس کی طبیعت پوچھے لیکن پھر اس کی انا آڑے آ گئی اور وہاں سے چلا گیا۔

کیا ہوا بیٹی طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟ ساجدہ سے نظر بچا کر سکیںہ نے پوچھا۔  
نہیں چاچی ٹھیک نہیں لگ رہی ہے ساگ کھالیا تھا شاید اس وجہ سے طبیعت بگڑ گئی۔ اس نے بے حال ہو کر کہا اور چارپائی پر بیٹھ گئی۔

مراد سامنے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کمرے کے اندر گئے اور اپنے بیگ سے معدے کے درد کی ایک گولی نکالی۔ پھر سکیںہ کو کمرے میں بلایا۔

جو جتنے گولی ان کو دے دیں۔ معدے کے درد کے لیے فائدہ مند ہے۔ مراد کو ایمان پر ترس آ گیا۔ شاہ میر نے تو اسے پوچھا تک نہیں۔

بیٹا یہ گولی کھا لو مراد نے دی ہے وہ کہہ رہا ہے معدے کے درد کے لیے فائدہ مند۔ سکیںہ نے اسے گولی دی تو اس نے کھالی۔

سنو ایمان کہیں تم حاملہ تو نہیں ہو؟ سکیںہ نے آہستہ آواز میں پوچھا تو ایمان نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔ اپنے کمرے میں چلی گئی اور منڈھال ہو کر چارپائی پر لیٹ گئی۔



موسم نے کروٹ بدلی تھی اب موسم گرما کی آمد آمد تھی۔ اس لیے شاہ میر اور اس کے دوست ڈیرے پر آگ نہیں جلاتے تھے اب۔ بلکہ رات ہوتے ہی ٹھنڈی ہوا شروع ہو جاتی تھی ہلکی سی جو کے بھلی لگتی تھی۔ وہ سب چار پائیاں ڈال کر وہاں پر بیٹھے ہوتے تھے اور باتیں کرتے تھے مگر آج شاہ میر کچھ اداس سا تھا۔

کیا بات ہے شاہ میر؟ کن سوچوں میں گم بیٹھا ہوا ہے آج؟ قاسم نے کہا۔

کچھ نہیں یار بس تیری بھابھی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ سوچ رہا ہوں اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں۔ شاہ میر نے کہا۔

کیوں کیا ہوا بھابھی کو؟ حامد نے پوچھا۔

پتا نہیں یار بہت الٹیاں کر رہی تھی۔ بہت بے حال لگ رہی تھی۔ شاہ میر واقعی تھوڑا پریشان ہوا۔

کیا؟ الٹیاں؟ اس کا مطلب ہے تو باپ بننے والا ہے؟ قاسم نے چونک کر کہا۔

نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں۔ شاہ میر بولا۔

لیکن الٹیاں تو ن شادی شدہ لڑکی تب ہی کرتی ہے جب وہ ماں بننے والی ہوتی ہے۔ پھر اس کو چکر بھی آنے

لگتے ہیں۔۔۔ کہیں ہمارا شک صحیح تو نہیں ہے؟ کہ تیری بیوی کا کسی اور کے ساتھ چکر... قاسم نے کہا تو شاہ

میر غصے سے کھڑا ہوا۔

بس کر دو تم لوگ بہت برداشت کر لیا ہے میں نے بد تمیزی کی بھی کی کوئی حد ہوتی ہے۔ جو منہ میں آتا ہے بول دیتے ہو اول فول۔ ذرا تمیز نہیں ہے تم لوگوں کو بات کرنے کی۔ میں کیا بے غیرت ہوں جو تم لوگوں کی اتنی گھٹیا باتیں سنو؟ شاہ میر دھاڑا۔

نہیں تو تو بے غیرت نہیں ہے بس ہم ہی بے غیرت ہیں۔ پتہ نہیں کیسی لڑکی سے شادی کر لی ہے۔ لے جاؤ ڈاکٹر کے پاس سب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ میں نے کہا تھا نہ کہ کسی اور کا گناہ تیرے سر پر تھونپ دیں گے اور وہی لگتا ہے ہو گیا ہے۔ قاسم بھی غصے سے کھڑا ہو گیا۔

شاہ میر۔۔۔ دیکھو اس میں غصہ کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ قاسم صحیح کہہ رہا۔ تمہیں ایک بار تصدیق ضرور کرنی چاہیے یہ عزت کا معاملہ ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو تم اسے گھر سے نکال دو۔ اور اگر یہ جھوٹ ہے تو پھر ہم تم سے معافی مانگ لیں گے۔ لیکن سچائی کو جاننا بہت ضروری ہے۔ حامد نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آرام سے سمجھایا۔

شاہ میر تیزی سے وہاں سے نکل گیا اور گھر آیا۔ ایمان۔۔۔ ایمان۔۔۔ وہ اتنی زور سے چلا کہ تمام گھر والے جمع ہو گئے جیسے کوئی قیامت آگئی ہو۔

مراد جو اوپر چار پائی پر لیٹا ہوا ہوا کھارہا تھا وہ بھی چھت سے جھانک نے لگا۔۔۔

شاہ میر ایمان کے کمرے میں گیا۔ ایمان بے حال ہو کر وہاں لیٹی ہوئی تھی۔ گولی کھانے کی وجہ سے اس کی الٹیاں رک گئی تھیں۔

شاہ میر نے اسے ہاتھ سے کھینچ کر اٹھایا۔ اور گھسیٹتا ہوا اسے باہر تک لایا۔  
بد کردار لڑکی۔ مجھے بتاؤ تم کیوں الٹیاں کر رہی تھیں؟ شاہ میر پوری قوت سے چلایا۔۔۔

بد کردار لڑکی بتاؤ تم کیوں الٹیاں کر رہی تھیں؟ شاہ میر پوری قوت سے جلایا تھا۔

میرے میرے معدے میں تکلیف ہے اس لیے۔ ایمان بولی اس کی حالت غیر ہو رہی تھی خوف کے مارے۔ گولی کھانے سے طبیعت تو اسکی کچھ بہتر ہو ہی گئی تھی۔ لیکن اب شاہ میر کا غصہ دیکھ کر اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

وہ بیچاری پریشان تھی روز ایک نئی مصیبت اس کے سر پر آ جاتی تھی۔ آج تو لگ رہا تھا کہ کوئی بہت بڑی بات ہو گئی ہے۔

جھوٹ بول رہی ہو تم ضرورت کسی کا گناہ میرے سر پر تھوپنا چاہتی ہو تم۔ شاہ میر نے کہا تو اوپر چھت پر کھڑا ہوا مراد غصے سے نیچے آیا۔

آخر ہوا کیا ہے مجھے بتاؤ تو سہی ساجدہ نے کہا۔

اماں یہ الٹیاں کر رہی تھی اس کو چکر آرہے تھے اس کی طبیعت کیوں ایسی ہو گئی ہے میں سوچ سوچ کر پریشان ہوں شاہ میر نے چیختے ہوئے کہا۔

تو بیٹا ہو سکتا ہے کہ تم باپ بننے والے ہو اس میں اتنا پریشانی والی کو نسی بات ہے؟ ساجدہ نے کہا۔

یہی تو پریشانی ہے میں نے تو آج تک اسے ہاتھ تک نہیں لگایا شاہ میر نے کہا تو مراد تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آیا اپنی آستینیں نے فولڈ کرتا ہوا اس نے آتے ہی شاہ میر کا گریبان پکڑ لیا۔

تمیز نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں تمہارے اندر؟ یہ بہن بیٹیوں والا گھر ہے سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ ادباًش دوستوں کی صحبت میں بات کی تمیز بھی بھول گئے ہو تم۔ مراد نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا اس کا گریبان پکڑا ہوا تھا۔

شاہ میر کی نظریں صفیہ اور عافیہ پر گئیں۔ وہ مراد کا اشارہ سمجھ گیا۔

تم دونوں اندر جاؤ شاہ میر نے اپنی دونوں بہنوں سے کہا۔ مراد نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔ ایمان ندھال ہو کر نیچے زمین پر بیٹھ گئی اس کے پاؤں میں اتنی جان نہیں تھی کہ وہ کھڑی ہو پاتی اس کا دل دہل گیا تھا اس الزام پر۔

مراد نے افسوس سے ایمان کی طرف دیکھا۔ جو دونوں پاؤں پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ نیچے مٹی میں بیٹھی تھی بے بسی کی مورت بنی ہوئی۔

اماں اس کی وجہ سے میں باہر اتنی گالیاں سن کر آتا ہوں۔ آج دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ چلو اٹھو تم ڈاکٹر کے پاس۔۔۔ چلو ابھی اسی وقت۔ شاہ میر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور اسے گھسیٹتا ہوا موٹر سائیکل کی طرف لے گیا۔

اتنی رات کو کہاں لے جاؤ گے اسے؟ یہ کوئی وقت ہے کہیں جانے کا؟ اور علاقہ کے حالات بھی خراب ہیں سکینہ نے کہا۔

چاچی میرا خون کھول رہا ہے مجھے نیند بھی نہیں آئے گی اب۔ میں بے غیرت نہیں ہوں شاہ میر نے کہا۔ تمہاری غیرت کا نظارہ تو کر لیا ہے میں نے۔ مگر اب جو بھی کرنا ہے صبح کرنا یہ کوئی وقت نہیں ہے ایسے کاموں کا مراد نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

شاہ میر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ دونوں کی آنکھیں غصے سے سرخ تھیں اور دونوں ایک دوسرے کو غصے سے دیکھ رہے تھے۔

تم تو آرام سے گھر میں بیٹھے رہتے ہو باتیں مجھے سنی پڑھ رہی ہیں جو مجھ پر گزر رہی ہے تمہارے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا تو پوچھتا تم سے۔ شاہ میر نے دبی دبی آواز میں مراد سے کہا۔ اور پھر سے ایمان کا ہاتھ کھینچا اور اسے موٹر سائیکل میں بیٹھنے کو کہا۔

میں اس حالت میں کیسے جاسکتی ہوں؟ مجھے چادر تو پہن لینے دیں۔ ایمان نے روتے ہوئے کہا اس کا دوپٹا بھی نیچے زمین پر گر گیا تھا۔

پہن آؤ چادر جلدی۔ شاہ میر نے کہا تو وہ اندر کمرے میں چلی گئی اور اپنی لال رنگ کی چادر اٹھائی جو اس کے جہیز کی تھی۔ اس نے چادر اوڑھی اور باہر آ گئی۔



مراد نے اسے دیکھا چاندنی میں اس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ایک پل کو مراد خود بھی سوچ میں پڑ گیا۔ کہیں شاہ میر کا لگایا ہوا الزام سچ تو نہیں ثابت ہو جائے گا۔۔۔ وہ جانتا ہی کیا تھا اس لڑکی کے متعلق۔۔۔ سوائے اس کے کہ وہ ونی میں آئی ہوئی ایک لڑکی ہے۔ شاہ میر اس کا شوہر تھا۔ اور اگر اس کا شوہر اس کے بارے میں اتنی بڑی بات کر رہا تھا تو ضرور اس نے کچھ دیکھائیاں نوٹ کیا ہو گا۔ ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت تھا۔ لیکن پھر بھی مراد کو اس معصوم سی لڑکی پر ترس آرہا تھا۔ اس کا دل یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ یہ معصوم سی لڑکی کوئی گناہ کر سکتی ہے۔ وہ اسے بہت پاکیزہ سی لگ رہی تھی۔ ایمان سر جھکائے اپنے آنسو پونچھتی ہوئی موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی۔

اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ اور گاؤں کے حساب سے یہ وقت بہت دیر کا تھا۔ اس وقت باہر نکلنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ہسپتال تھوڑے سے فاصلے پر تھا۔

موٹر سائیکل اب سڑک پر رواں دواں تھی۔ بہت غصیلے تاثرات لیے شاہ میر موٹر سائیکل چلا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔۔۔ اس کی ذہن میں اس کے دوستوں کی باتیں گونج رہی تھیں۔

وہ سب اس لیے نہیں کر رہا تھا کہ اسے ایمان پر شک تھا۔ وہ یہ سب اس لئے کر رہا تھا تا کہ وہ اپنے دوستوں کو بتا سکے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کے لیے اس نے صبح تک انتظار نہیں کیا تھا۔ لا شعوری طور پر وہ ایمان کی پاکدامنی ثابت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ظاہر ایسے کر رہا تھا جیسے اسے شک ہے۔ اسے خود بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

اور پیچھے بیٹھی ہوئی ایمان کن خیالوں میں گم تھی۔ اس کی چادر ہوائی وجہ سے اس کے سر سے سرک گئی تھی جسے دوبارہ سر پر کرنے کی اسے ہمت نہیں تھی۔ وہ اپنے حال پر حیران تھی۔

یہ کیسا وقت تھا یہ کیسی قیامت تھی۔۔۔ اور یہ کیسی آزمائش تھی۔۔۔ وہ سوچ رہی تھی۔۔۔ وہ سچی تھی اس بات کا تو اسے اطمینان تھا لیکن وہ اس الزام پر حواس کھو بیٹھی تھی۔۔۔

آج تک اس کے ساتھ کچھ خاص اچھا نہیں ہوا تھا۔۔۔ لیکن جو آج اس کے ساتھ ہو رہا تھا وہ بدترین تھا۔ وہ اب تک شاہ میر سے بہت مار کھا چکی تھی۔ لیکن اسے پھر بھی اتنی تکلیف نہیں ہوئی تھی جتنی آج اس الزام پر ہو رہی تھی۔

وہ مار تو اس کے جسم پر لگی تھی جو زخم بھر بھی گئے تھے۔ لیکن اس الزام سے تو اس کی روح تک زخمی ہو گئی تھیں اور اُسے لگ رہا تھا کہ یہ زخم کبھی نہیں بھر سکتے۔

وہ دونوں ہی اپنے ذہنوں میں ایک جنگ لڑ رہے تھے کہ اسپتال آگیا۔

ایمان اپنی چادر سنبھالتے ہوئے نیچے اتری۔ شاہ میر نے بھی زخمی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

جب سے یہ لڑکی میرے گھر میں آئی ہے ایک نئی مصیبت شروع ہو گئی ہے۔ اگر یہ ونی میں آئی ہوئی نہ ہوتی تو میں اسے طلاق دلو کر واپس بھیج دیتی۔ لیکن خون بہا میں آنے والی لڑکی واپس نہیں جاسکتی۔ اس لیے میں اسے یہاں رکھنے پر مجبور ہوں۔ لیکن میں سوچ رہی ہوں کہ شاہ میر کی دوسری شادی کروادوں۔ ساجدہ سر پکڑے چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی رات کی اس پہر۔ سکیںہ اور مراد دونوں وہاں پر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

اس کی دوسری شادی کرنے سے پہلے اس کی تھوڑی اچھی تربیت کر لیں۔۔۔ جس میں شاید کوئی کمی رہ گئی ہے۔  
 مراد نے کہا۔ چارپائی پر جھکے ہوئے سر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اور بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ آگے  
 کیا ہو گا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ گاؤں میں سکون کیلئے آتا تھا لیکن آج وہ آکر یہاں اس قدر بھی بے سکون  
 ہو گیا تھا۔۔۔ اس نے لباس بھی تبدیل نہیں کیا تھا وہ ابھی تک اسی نیلی جینز اور سیاہ شرٹ میں ملبوس تھا۔  
 پھر کچھ سوچ کر وہ اندر گیا اور لباس تبدیل کیا۔ اب اس نے سیاہ رنگ کا کمیز شلوار زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ  
 باہر آگیا۔

آپ کی بیوی کو ہیضہ ہوا ہے۔ یہ پریگنٹ نہیں ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر نے ایمان کا چیک کرنے کے بعد شاہ میر  
 سے کہا۔

شاہ میر میز کے اس پار بیٹھا اب کسی حد تک پرسکون تھا۔  
 آپ لکھ کر دیں مجھے اس رپورٹ میں۔ شاہ میر نے ڈاکٹر سے کہا۔

کیوں؟ لیڈی ڈاکٹر نے پوچھا  
 www.urdu novels mania.com

(اپنے دوستوں کے منہ پر مارنی ہے یہ رپورٹ صبح) شاہ میر نے دل میں کہا۔

ٹھیک ہے میں لکھ دیتی ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا اور لکھنے لگے۔

ایمان اب شاہ میر کے ساتھ والی کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ شاہ میر نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ لیکن ایمان  
 نے شاہ میر کی طرف نہیں دیکھا وہ میز کی طرف دیکھ رہی تھی کسی روبرو کی طرح۔

میں نے طاقت کی کچھ دوائیں ہے لکھ دی ہیں ان کو کھلا دیجئے گا بہت کمزور ہو گئی ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر نے پرچی لکھ کر شاہ میر کے حوالے کی۔

کچھ دن ان کو آرام کی ضرورت ہے اور ورنہ ان کی طبیعت مزید بگڑ سکتی ہے یہ بہت زیادہ کمزور ہو گئی ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا۔

چلو۔ شاہ میر نے ایمان سے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

دونوں اب واپسی کا سفر طے کر رہے تھے۔

گھر پہنچتے ہی شاہ میر نے موٹر سائیکل اندر کھڑی کی اور اور بنا کسی سے بات کیے سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ سمجھ گئی کہ اس کا الزام جھوٹا ثابت ہوا تھا۔ اگر اس کا الزام سچا ہوتا تو وہ ایمان کو گولی مارنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگاتا۔ گاؤں والی ایسی باتوں میں جلدی قتل و غارت پر اتر آتے ہیں۔

ایمان بھی آرام سے اپنی چادر درست کرتی ہوئی اپنی کمرے کی جانب بڑھنے لگی۔ وہ بے حال سی بکھرے بالوں کے ساتھ ڈھلکی ہوئی چادر لیے کمرے میں جا رہی تھی۔۔۔

مراد اب افسوس اسے جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔۔ بنت حوا کی اس تذلیل پر اس کا دل پھٹنے کو آ رہا تھا۔

جیسے ہی صبح ہوئی۔ چائے پیے بغیر ہی شاہ میر رپورٹ اٹھائے ڈیرے کی جانب بڑھنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے دوست اس وقت وہاں پر ہی چائے پی رہے ہوں گے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب آیا اور رپورٹ اٹھا کر قاسم کے منہ پر مار دی۔

لعنت ہے تم سب پر۔ تمہاری سوچ پر۔۔۔ افسوس ہو رہا ہے مجھے کہ تم لوگوں کی باتوں میں آکر میں آدھی رات کو اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ شاہ میر نے غصے سے کہا۔

یہ تو اچھا ہوا نہ تمہاری ٹینشن اتر گئی۔ یہی تو ہم چاہتے تھے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ ثابت ہو جائے کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔ ہم نے جو بھی کہا تمہاری بھلائی کے لئے کہا۔ کم از کم تمہاری یہ پریشانی تو دور ہو گئی۔ حامد نے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔ وہ پہلے سے یہ سب سوچے ہوئے بیٹھا تھا کہ شاہ میر سے اب کیا کہنا ہے۔

ہاں یا شاہ میر ہم نے صرف تمہاری پریشانی دور کرنے کے لیے تم سے ایسا کرنے کو کہا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ تمہارے بھلا چاہتے ہیں مگر افسوس ہے کہ تم ہمیشہ ہمیں غلط سمجھتے ہو۔ اب تم خود بتاؤ کیا تم دل ہی دل میں مطمئن نہیں ہوں اس کی طرف سے؟ قاسم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ان سب نے پوری پلاننگ پہلے سے کر رکھی تھی کہ شاہ میر کو کیسے ٹریپ کرنا ہے۔ لیکن آج شاہ میر بہت غصے میں لگ رہا تھا۔ اور اُن کو محسوس ہوا کہ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔۔۔ بات بڑی تھی اس بار۔

تم لوگ اندازہ نہیں کر سکتے کہ مجھے گھر والوں کے سامنے کس قدر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے اس بات کی وجہ سے۔ شاہ میر نے دبی دبی آواز میں کہا۔



کوئی بات نہیں ایک دو دن میں سب لوگ سب کچھ بھول جائیں گے تو آرام سے بیٹھو ہمارے ساتھ چائے پیو۔ وزیر نے اسے چائے دیتے ہوئے کہا۔ وہ تھوڑی دیر کا سوچتا رہا اور پھر وزیر کے ہاتھ سے چائے کا کپ لے کر وہاں آکر بیٹھ گیا

بد کردار لڑکی بتاؤ تم کیوں الٹیاں کر رہی تھیں؟ شاہ میر پوری قوت سے جلایا تھا۔

میرے میرے معدے میں تکلیف ہے اس لیے ایمان بولی اس کی حالت غیر ہو رہی تھی خوف کے مارے۔ گولی کھانے سے طبیعت تو اسکی کچھ بہتر ہو ہی گئی تھی۔ لیکن اب شاہ میر کا غصہ دیکھ کر اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

وہ بیچاری پریشان تھی روز ایک نئی مصیبت اس کے سر پر آجاتی تھی۔ آج تو لگ رہا تھا کہ کوئی بہت بڑی بات ہو گئی ہے۔

جھوٹ بول رہی ہو تم ضرورت کسی کا گناہ میرے سر پر تھوپنا چاہتی ہو تم۔ شاہ میر نے کہا تو اوپر چھت پر کھڑا ہوا مراد غصے سے نیچے آیا۔

آخر ہوا کیا ہے مجھے بتاؤ تو سہی ساجدہ نے کہا۔

اماں یہ الٹیاں کر رہی تھی اس کو چکر آرہے تھے اس کی طبیعت کیوں ایسی ہو گئی ہے میں سوچ سوچ کر پریشان ہوں شاہ میر نے چیختے ہوئے کہا۔

تو بیٹا ہو سکتا ہے کہ تم باپ بننے والے ہو اس میں اتنا پریشانی والی کو نسی بات ہے؟ ساجدہ نے کہا۔

یہی تو پریشانی ہے میں نے تو آج تک اسے ہاتھ تک نہیں لگایا شاہ میر نے کہا تو مراد تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آیا اپنی آستینیں نے فولڈ کرتا ہوا اس نے آتے ہی شاہ میر کا گریبان پکڑ لیا۔

تمیز نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں تمہارے اندر؟ یہ بہن بیٹیوں والا گھر ہے سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ ادبаш دوستوں کی صحبت میں بات کی تمیز بھی بھول گئے ہو تم مراد نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا اس کا گریبان پکڑا ہوا تھا۔

شاہ میر کی نظریں صفیہ اور عافیہ پر گئیں۔ وہ مراد کا اشارہ سمجھ گیا۔

تم دونوں اندر جاؤ شاہ میر نے اپنی دونوں بہنوں سے کہا۔ مراد نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔ ایمان ندھال ہو کر نیچے زمین پر بیٹھ گئی اس کے پاؤں میں اتنی جان نہیں تھی کہ وہ کھڑی ہو پاتی اس کا دل دہل گیا تھا اس الزام پر۔

مراد نے افسوس سے ایمان کی طرف دیکھا۔ جو دونوں پاؤں پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ نیچے مٹی میں بیٹھی تھی بے بسی کی مورت بنی ہوئی۔

اماں اس کی وجہ سے میں باہر اتنی گالیاں سن کر آتا ہوں۔ آج دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ چلو اٹھو تم ڈاکٹر کے پاس۔۔۔ چلو ابھی اسی وقت شاہ میر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور اسے گھسیٹتا ہوا موٹر سائیکل کی طرف لے گیا۔

اتنی رات کو کہاں لے جاؤ گے اسے؟ یہ کوئی وقت ہے کہیں جانے کا؟ اور علاقہ کے حالات بھی خراب ہیں سکینہ نے کہا۔

چاچی میرا خون کھول رہا ہے مجھے نیند بھی نہیں آئے گی اب۔ میں بے غیرت نہیں ہوں۔ شاہ میر نے کہا۔ تمہاری غیرت کا نظارہ تو کر لیا ہے میں نے۔ مگر اب جو بھی کرنا ہے صبح کرنا یہ کوئی وقت نہیں ہے ایسے کاموں کا مراد نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

شاہ میر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ دونوں کی آنکھیں غصے سے سرخ تھیں اور دونوں ایک دوسرے کو غصے سے دیکھ رہے تھے۔

تم تو آرام سے گھر میں بیٹھے رہتے ہو باتیں مجھے سنی پڑھ رہی ہیں جو مجھ پر گزر رہی ہے تمہارے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا تو پوچھتا تم سے۔ شاہ میر نے دبی دبی آواز میں مراد سے کہا۔ اور پھر سے ایمان کا ہاتھ کھینچا اور اسے موٹر سائیکل میں بیٹھنے کو کہا۔

میں اس حالت میں کیسے جاسکتی ہوں؟ مجھے چادر تو پہن لینے دیں۔ ایمان نے روتے ہوئے کہا اس کا دوپٹا بھی نیچے زمین پر گر گیا تھا۔

پہن آؤ چادر جلدی۔ شاہ میر نے کہا تو وہ اندر کمرے میں چلی گئی اور اپنی لال رنگ کی چادر اٹھائی جو اس کے جہیز کی تھی۔ اس نے چادر اوڑھی اور باہر آ گئی۔

مراد نے اسے دیکھا چاندنی میں اس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ایک پل کو مراد خود بھی سوچ میں پڑ گیا۔ کہیں شاہ میر کا لگایا ہوا الزام سچ تو نہیں ثابت ہو جائے گا۔۔۔ وہ جانتا ہی کیا تھا اس لڑکی کے متعلق۔۔۔ سوائے اس کے کہ وہ ونی میں آئی ہوئی ایک لڑکی ہے۔ شاہ میر اس کا شوہر تھا۔ اور اگر اس کا شوہر اس کے بارے میں اتنی بڑی بات کر رہا تھا تو ضرور اس نے کچھ دیکھائیاں نوٹ کیا ہو گا۔ ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت تھا۔ لیکن پھر بھی مراد کو اس معصوم سی لڑکی پر ترس آرہا تھا۔ اس کا دل یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ یہ معصوم سی لڑکی کوئی گناہ کر سکتی ہے۔ وہ اسے بہت پاکیزہ سی لگ رہی تھی۔ ایمان سر جھکائے اپنے آنسو پونچھتی ہوئی موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی۔

اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ اور گاؤں کے حساب سے یہ وقت بہت دیر کا تھا۔ اس وقت باہر نکلنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ہسپتال تھوڑے سے فاصلے پر تھا۔

موٹر سائیکل اب سڑک پر رواں دواں تھی۔ بہت غصیلے تاثرات لیے شاہ میر موٹر سائیکل چلا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔۔۔ اس کی ذہن میں اس کے دوستوں کی باتیں گونج رہی تھیں۔

وہ سب اس لیے نہیں کر رہا تھا کہ اسے ایمان پر شک تھا۔ وہ یہ سب اس لئے کر رہا تھا تا کہ وہ اپنے دوستوں کو بتا سکے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کے لیے اس نے صبح تک انتظار نہیں کیا تھا۔ لا شعوری طور پر وہ ایمان کی پاکدامنی ثابت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ظاہر ایسے کر رہا تھا جیسے اسے شک ہے۔ اسے خود بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

اور پیچھے بیٹھی ہوئی ایمان کن خیالوں میں گم تھی۔ اس کی چادر ہوائی وجہ سے اس کے سر سے سرک گئی تھی جسے دوبارہ سر پر کرنے کی اسے ہمت نہیں تھی۔ وہ اپنے حال پر حیران تھی۔

یہ کیسا وقت تھا یہ کیسی قیامت تھی۔۔۔ اور یہ کیسی آزمائش تھی۔۔۔ وہ سوچ رہی تھی۔۔۔ وہ سچی تھی اس بات کا تو اسے اطمینان تھا لیکن وہ اس الزام پر حواس کھو بیٹھی تھی۔۔۔

آج تک اس کے ساتھ کچھ خاص اچھا نہیں ہوا تھا۔۔۔ لیکن جو آج اس کے ساتھ ہو رہا تھا وہ بدترین تھا۔ وہ اب تک شاہ میر سے بہت مار کھا چکی تھی۔ لیکن اسے پھر بھی اتنی تکلیف نہیں ہوئی تھی جتنی آج اس الزام پر ہو رہی تھی۔

وہ مار تو اس کے جسم پر لگی تھی جو زخم بھر بھی گئے تھے۔ لیکن اس الزام سے تو اس کی روح تک زخمی ہو گئی تھیں اور اُسے لگ رہا تھا کہ یہ زخم کبھی نہیں بھر سکتے۔

وہ دونوں ہی اپنے ذہنوں میں ایک جنگ لڑ رہے تھے کہ اسپتال آگیا۔

ایمان اپنی چادر سنبھالتے ہوئے نیچے اتری۔ شاہ میر نے بھی زخمی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

جب سے یہ لڑکی میرے گھر میں آئی ہے ایک نئی مصیبت شروع ہو گئی ہے۔ اگر یہ ونی میں آئی ہوئی نہ ہوتی تو میں اسے طلاق دلو کر واپس بھیج دیتی۔ لیکن خون بہا میں آنے والی لڑکی واپس نہیں جاسکتی۔ اس لیے میں اسے یہاں رکھنے پر مجبور ہوں۔ لیکن میں سوچ رہی ہوں کہ شاہ میر کی دوسری شادی کروادوں۔ ساجدہ سر پکڑے چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی رات کی اس پہر۔ سکیںہ اور مراد دونوں وہاں پر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

اس کی دوسری شادی کرنے سے پہلے اس کی تھوڑی اچھی تربیت کر لیں۔۔۔ جس میں شاید کوئی کمی رہ گئی ہے۔  
 مراد نے کہا۔ چارپائی پر جھکے ہوئے سر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اور بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ آگے  
 کیا ہو گا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ گاؤں میں سکون کیلئے آتا تھا لیکن آج وہ آکر یہاں اس قدر بھی بے سکون  
 ہو گیا تھا۔۔۔ اس نے لباس بھی تبدیل نہیں کیا تھا وہ ابھی تک اسی نیلی جینز اور سیاہ شرٹ میں ملبوس تھا۔  
 پھر کچھ سوچ کر وہ اندر گیا اور لباس تبدیل کیا۔ اب اس نے سیاہ رنگ کا کمیز شلوار زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ  
 باہر آ گیا۔

آپ کی بیوی کو ہیضہ ہوا ہے۔ یہ پریگنٹ نہیں ہیں لیڈی ڈاکٹر نے ایمان کا چیک کرنے کے بعد شاہ میر سے  
 کہا۔

شاہ میر میز کے اس پار بیٹھا اب کسی حد تک پرسکون تھا۔  
 آپ لکھ کر دیں مجھے اس رپورٹ میں شاہ میر نے ڈاکٹر سے کہا۔

کیوں؟ لیڈی ڈاکٹر نے پوچھا۔  
 www.urdu novelsmania.com

(اپنے دوستوں کے منہ پر مارنی ہے یہ رپورٹ صبح) شاہ میر نے دل میں کہا۔

ٹھیک ہے میں لکھ دیتی ہوں ڈاکٹر نے کہا اور لکھنے لگے۔

ایمان اب شاہ میر کے ساتھ والی کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ شاہ میر نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ لیکن ایمان

نے شاہ میر کی طرف نہیں دیکھا وہ میز کی طرف دیکھ رہی تھی کسی روبرو کی طرح۔



میں نے طاقت کی کچھ دوائیں ہے لکھ دی ہیں ان کو کھلا دیجئے گا بہت کمزور ہو گئی ہوں لیڈی ڈاکٹر نے پرچی لکھ کر شاہ میر کے حوالے کی۔

کچھ دن ان کو آرام کی ضرورت ہے اور ورنہ ان کی طبیعت مزید بگڑ سکتی ہے یہ بہت زیادہ کمزور ہو گئی ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا۔

چلو شاہ میر نے ایمان سے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

دونوں اب واپسی کا سفر طے کر رہے تھے۔

گھر پہنچتے ہی شاہ میر نے موٹر سائیکل اندر کھڑی کی اور اور بنا کسی سے بات کیے سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ سمجھ گئی کہ اس کا الزام جھوٹا ثابت ہوا تھا۔ اگر اس کا الزام سچا ہوتا تو وہ ایمان کو گولی مارنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگاتا۔ گاؤں والی ایسی باتوں میں جلدی قتل و غارت پر اتر آتے ہیں۔

ایمان بھی آرام سے اپنی چادر درست کرتی ہوئی اپنی کمرے کی جانب بڑھنے لگی۔ وہ بے حال سی بکھرے بالوں کے ساتھ ڈھلکی ہوئی چادر لیے کمرے میں جا رہی تھی۔۔۔

مراد اب افسوس اسے جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔۔ بنت حوا کی اس تذلیل پر اس کا دل پھٹنے کو آ رہا تھا۔

جیسے ہی صبح ہوئی۔ چائے پیے بغیر ہی شاہ میر رپورٹ اٹھائے ڈیرے کی جانب بڑھنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے دوست اس وقت وہاں پر ہی چائے پی رہے ہوں گے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب آیا اور رپورٹ اٹھا کر قاسم کے منہ پر مار دی۔

لعنت ہے تم سب پر۔ تمہاری سوچ پر۔۔۔ افسوس ہو رہا ہے مجھے کہ تم لوگوں کی باتوں میں آکر میں آدھی رات کو اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا شاہ میر نے غصے سے کہا۔

یہ تو اچھا ہوا نہ تمہاری ٹینشن اتر گئی۔ یہی تو ہم چاہتے تھے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ ثابت ہو جائے کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔ ہم نے جو بھی کہا تمہاری بھلائی کے لئے کہا۔ کم از کم تمہاری یہ پریشانی تو دور ہو گئی حامد نے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔ وہ پہلے سے یہ سب سوچے ہوئے بیٹھا تھا کہ شاہ میر سے اب کیا کہنا ہے۔

ہاں یا شاہ میر ہم نے صرف تمہاری پریشانی دور کرنے کے لیے تم سے ایسا کرنے کو کہا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ تمہارے بھلا چاہتے ہیں مگر افسوس ہے کہ تم ہمیشہ ہمیں غلط سمجھتے ہو۔ اب تم خود بتاؤ کیا تم دل ہی دل میں مطمئن نہیں ہوں اس کی طرف سے؟ قاسم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ان سب نے پوری پلاننگ پہلے سے کر رکھی تھی کہ شاہ میر کو کیسے ٹریپ کرنا ہے۔ لیکن آج شاہ میر بہت غصے میں لگ رہا تھا۔ اور ان کو محسوس ہوا کہ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔۔۔ بات بڑی تھی اس بار۔

تم لوگ اندازہ نہیں کر سکتے کہ مجھے گھر والوں کے سامنے کس قدر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے اس بات کی وجہ سے۔ شاہ میر نے دبی دبی آواز میں کہا۔

کوئی بات نہیں ایک دو دن میں سب لوگ سب کچھ بھول جائیں گے تو آرام سے بیٹھو ہمارے ساتھ چائے پیو۔ وزیر نے اسے چائے دیتے ہوئے کہا۔ وہ تھوڑی دیر کا سوچتا رہا اور پھر وزیر کے ہاتھ سے چائے کا کپ لے کر وہاں آکر بیٹھ گیا۔

ایمان صبح دیر سے جاگی تھی۔ اس کو ہمت نہیں ہو رہی تھی گھر والوں کا سامنا کرنے کی۔ خاص کر مراد کا سامنا کرنے کی۔ کیونکہ سکینہ اور سجدہ تو عورتیں تھیں۔ لیکن کسی مرد کے سامنے اس طرح سے بے عزت ہونا اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ وہ اٹھ تو گئی تھی لیکن اب اس کو ہمت نہیں ہو رہی تھی باہر آنے کی لیکن آنا تو تھا۔ اس سے پہلے کہ اس کی ساس اسے صلواتیں سناتی ہوئی اندر آجاتی وہ خود ہی باہر آگئی۔

باہر سب چائے پی کر فارغ ہو چکے تھے۔ چائے پینے کے بعد اس نے جھاڑو اٹھایا حالانکہ اس میں بالکل بھی ہمت نہیں تھی آج کوئی بھی کام کرنے کی۔ شاہ میر اسے دور سے آتاد کھائی دیا۔

صفیہ اور عافیہ آج تم دونوں کام کرو گی یہ آرام کرے گی ڈاکٹر نے اسے آرام کرنے کا کہا ہے اس کی طبیعت صحیح نہیں ہے۔ شاہ میر نے اپنی دونوں بہنوں سے کہا لیکن ایمان سے نظریں ملانے کی اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی وہ شرمندہ تھا۔

ایمان سن کر حیرت زدہ ہو گئی کہ شاہ میر کو اس کا خیال تھا۔ لیکن کل جو کچھ بھی ہوا اس کے بعد اس کا دل شاہ میر سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ دکھ اس بات کا نہیں تھا کہ اس نے الزام لگایا۔ دکھ اس بات کا تھا کہ اس نے سب کے سامنے خاص کر مراد کے سامنے ایسی باتیں کہی جس کی وجہ سے وہ انتہائی شرمندگی سے گزر رہی تھی۔

میں ٹھیک ہوں میں سارا کام کر لوں گی ایمان شاہ میر کی طرف دیکھے بغیر کہا اور جھاڑو دینے لگی۔ حالانکہ کوئی کچرہ نہیں ہوتا تھا بس درختوں کے پتے گرے ہوئے ہوتے تھے جن کو وہ ایک سائیڈ پر کر دیتی تھی جھاڑو سے مشکل تو روٹیاں پکانا تھیں جن میں بہت وقت لگتا تھا اور اس کے کمر میں درد ہو جاتا تھا۔

اس نے جھاڑو دینا شروع کیا لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس کو چکر آ گیا اور لڑکھڑا کر گر پڑی۔ بے ہوش نہیں ہوئی تھی وہ ہوش میں تھی مگر کمزوری کی وجہ سے کھڑی نہیں ہو پائی۔ شاہ میر نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔

مراد جو چھت پر کھڑا چائے پی رہا تھا۔ اس نے یہ منظر دیکھ لیا تو اس کا دل زخمی ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ شاہ میر اپنی شرمندگی چھپانے کے لیے یہ سب کر رہا ہے۔ تماشہ تو اس نے کل رات کر دیا تھا۔ اب بات بنا رہا ہے۔ اگر اس طرح کا خیال کل رات کو رکھتا جب اس کی طبیعت خراب تھی تو یقیناً یہ بہت اچھا عمل ہوتا۔ ایمان کی بھی عزت بڑھ جاتی اور اس کے دل میں شاہ میر کے لیے محبت بھی بڑھ جاتی۔ مراد نے افسوس سے سر ہلایا اور پھر سے چائے پینے میں مشغول ہو گیا۔

ایمان نے جھٹکے سے اپنے آپ کو شاہ میر کی گرفت سے آزاد کیا۔ اس کے لہجے میں بیزاری واضح تھی۔ اگر وہ کل رات اسے اس طرح سے تھام لیتا تو یقیناً وہ اس وقت ہواؤں میں اڑ رہی ہوتی۔ لیکن اس اتنی تیز لیل کے بعد اس کا دل بھی نہیں کر رہا تھا کہ وہ شاہ میر کی شکل بھی دیکھے۔

بلاوجہ ضد مت کرو اور مجھے غصہ بھی مت دلاؤ چلو کمرے میں شاہ میر اسے تھام کر اندر کمرے میں لے آیا۔ تم آرام کرو شاہ میر اسے اپنے کمرے میں لایا تو وہ حیران ہوئی مگر اسے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی آج۔ شاہ میر نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ پھر اس کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ ایمان غصے سے نظریں دوسری طرف پھیر لیں۔ اور اپنا بازو اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔

شاہ میر نے اس کا ہاتھ ہٹایا اور اس کے قریب ہوا۔

کل رات کے لئے بہت شرمندہ ہوں شاہ میر نے اس کے گال کو چھوتے ہوئے کہا۔ ہونا بھی چاہیے ایمان بولی۔

شاہ میر اسے دیکھے گیا۔ آج ایمان کو اس کا دیکھنا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

ناراض ہو؟ شاہ میر نے کہا۔

میں ونی میں آئی ہوئی ایک لڑکی ہوں۔ میری کیا حیثیت ہے بھلا؟ اور آپ کو میری رضایاں ناراضگی سے کیا فرق پڑتا ہے؟ آپ نے تو مجھے آج تک بیوی کا مقام ہی نہیں دیا۔ میں ونی کے ساتھ ساتھ آپ کے نکاح میں بھی آئی تھی۔ پر شاید آپ یہ بات بھول گئے ایمان نے کہہ کر رونا شروع کر دیا۔ شاہ میر مزید شرمندہ ہوا۔

دیکھو تم رونا بند کرو میں معافی مانگ چکا ہوں شاہ میر نے کہا۔

میں باہر جا رہا ہوں تم آرام کرو شاہ میر نے کہا اور چلا گیا۔ پھر دیر تک ایمان روتی رہی۔

مراد نے CSS کی تیاری شروع کر دی تھی۔ اس کو بچپن سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے والدین نہیں ہیں

اور اسے اپنے بارے میں خود سوچنا ہے۔ اسے کیا کرنا ہے یہ فیصلہ اس نے بہت پہلے ہی کر لیا تھا۔

وہ بچپن سے ہی سمجھدار تھا۔ چھوٹی سی عمر میں ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ تعلیم سب سے اہم ہے انسان کی

زندگی میں۔ اس نے تعلیم کو حاصل کرنے کے لیے اس نے بہت زیادہ جدوجہد کی تھی۔ وہ ہمیشہ سے ایک

ذہین طالب علم تھا۔ اور پھر محنتی بھی بہت تھا۔

میٹرک تک اس نے مقامی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ پھر شہر چلا گیا پڑھنے کے لیے اور وہاں ہاسٹل میں رہ

کر پڑھائی کی۔ اُسکی تعلیم کے اخراجات اس کے چچا منظور احمد نے اٹھائے۔ کیوں کہ زمینوں میں اُسکا بھی

حصہ تھا۔

شاہ میر کو تعلیم میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ اس کے ذہن میں بس یہی بات بیٹھ گئی تھی کہ اس کی بہت

ساری زمینیں ہیں اور وہ ان زمینوں کا مالک ہے۔ یہ باتیں بھی اس کے دوستوں نے اسے سکھائی تھیں۔ اس

نے بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ مراد انجینئرنگ کا طالب علم تھا۔

شروع میں تو ساجدہ نے اپنی بیٹیوں کی منگنی کرنے میں جلدی کر دی۔ یہ سوچ کر کہ مراد کا آگے پیچھے کوئی

نہیں ہے۔ چھوٹی بیٹی عافیہ سکیہ کے بیٹے سے منسوب تھی۔ اور بڑی اپنے مامو کے بیٹے سے۔



لیکن مراد کی کامیابیاں دیکھ کر اب ساجدہ کو پچھتاوا ہو رہا تھا۔ کہ کوئی ایک بیٹی تو مراد سے منسوب کی ہوتی۔ مراد ان دونوں کو اپنی بہنوں کے جیسے سمجھتا تھا۔ پھر وہ دونوں بھی اسے بھائی کہتی تھیں اور سمجھتی بھی تھیں۔ ان دونوں کو شاہ میر سے زیادہ مراد عزیز تھا۔ کیوں کہ مراد ان کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اور شاہ میر ان سے سختی سے بات کرتا تھا۔

اب اس کے روز کا معمول تھا۔ وہ چھت پر بیٹھ کر پڑھائی کرتا۔ نیچے کیا ہوتا وہ چھت سے ہی نظارہ کرتا تھا۔ وہ یہاں سے ہی سب کی خیر خبر لیتا رہتا تھا۔ اب تو چائے کھانا سب وہ اپنا اوپر ہی لے آتا۔ گاؤں میں جیسے ہی گرمیاں بڑھنی شروع ہو جاتی تھیں۔ گاؤں کے لوگ اپنا بستر زیادہ تر چھتوں میں لگایا کرتے تھے۔ چوری چکاری بھی عام تھی گاؤں میں۔ آئے دن بھینس چوری ہو جایا کرتی تھیں۔ جس کی وجہ سے گاؤں والے اپنے پاس ہتھیار ضرور رکھتے تھے۔ اور کبھی کبھار حالات خراب ہو جاتے تھے۔ قبائلی جھگڑوں کی وجہ سے بد امنی بھی ہوتی تھی۔

مراد رات کا کھانا کھانے کے لئے آج نیچے آیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ آج ایمان کھانا نہیں بنا رہی وہ نظر نہیں آرہی تھی۔

کسی نے بھابھی کو کھانا دیا بھی ہے یا نہیں؟ صفیہ نے کھانا مراد کے آگے رکھا تو اس نے پوچھا۔ نہیں وہ محترمہ تو صبح سے کمرے میں پڑی ہوئی ہے۔ میرے خیال سے دن کو بھی اس نے کچھ نہیں کھایا صفیہ بولی۔

ان کی طبیعت صحیح نہیں ہوگی تمہیں انہیں کھانا دینا چاہیے تھا وہ صبح سے بھوکی ہیں۔ مراد نے کہا۔  
مراد بھائی ہم اس کے نوکر نہیں ہیں۔ اگر اس کو بھوک لگتی تو خود ہی آکر اٹھا کر کھا لیتی۔ صبح سے پڑی ہوئی  
بہت آرام کر لیا ہے۔ کم از کم اب تو اٹھ جائے عافیہ نے کہا۔

صفیہ تم اندر جاؤ اور ان کو کھانا دے آؤ۔ مراد نے کہا تو اتنے میں شاہ میر بھی آگیا۔  
کچھ اندازہ ہے تمہیں تمہاری بیوی صبح سے بھوکی پیاسی پڑی ہوئی ہے کمرے میں۔ کسی نے پانی تک کا نہیں  
پوچھا ان سے۔ شاہ میر آکر چار پائی پر بیٹھا تو مراد نے اس سے کہا۔  
صفیہ نے کھانا شاہ میر کے آگے رکھا۔

ایمان کا کھانا بھی دے دو ہم دونوں وہیں پر کھالیں گے شاہ میر نے کہا  
شاہ میر کھانا لے کر اندر آگیا۔

تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا؟ مراد کہہ رہا تھا شاہ میر نے اسے دیکھ کر کہا۔ پھر دیکھا تو اس کا چہرہ زرد تھا۔ شاہ  
میر نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اسے بخار تھا۔

تمہیں تو بخار ہے شاہ میر نے کہا۔

میں نے دوائی لے لی ہے بخار کی اتر جائے گا بخار ایمان نے کہا۔

کھانا کیوں نہیں کھایا صبح تم نے؟ شاہ میر بولا۔

مجھے بھوک نہیں تھی وہ بولی۔

اچھا اب کھا لو شاہ میر نے کھانا اس کے آگے رکھا۔

وہ اٹھ بیٹھی اور اس نے کھانا شروع کیا۔ شاہ میر بھی کھانا کھانے لگا۔

کھانا کھانے کے بعد اس نے برتن باہر رکھے اور خود کمرے میں آگیا۔ ایمان اٹھی اور دوسرے کمرے میں جانے لگی جہاں وہ سویا کرتی تھی۔

وہ اٹھی تو شاہ میر میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔ ایمان کا دل زخمی ہو گیا۔

(بد کردار۔۔۔ جھوٹ بول رہی ہو تم کسی اور کا گناہ میرے سر پر تھوپنا چاہتی ہو۔) ایمان کو شاہ میر کی باتیں یاد آئیں۔ اس نے بے دردی سے شاہ میر کا ہاتھ جھٹک دیا۔ شاہ میر اپنی جگہ سے اٹھا اور اسے اپنے حصار میں لیا۔

ایمان میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا۔ دو ماہ میں نے کیسے تم سے دور رہ کر گزرے یہ میں ہی جانتا ہوں۔ اب میری جیت ہو گئی ہے۔ اب میں مزید تم سے دور نہیں رہ سکتا شاہ میر نے کہا تو ایمان حیران ہو گئی۔

کیسی جیت؟ اس نے پوچھا۔ وہ ابھی تک اس کے حصار میں تھی۔

میرے دوستوں نے کہا تھا کہ میں تم سے کچھ مہینے دور رہوں تاکہ تمہارا کردار واضح ہو جائے۔ لیکن کل ڈاکٹر نے بتایا کہ تم۔۔۔ ایمان نے اس کی بات مکمل ہونے نہیں دی تھی۔ اس نے جھٹکے سے خود کو شاہ میر سے

الگ کیا۔ اور زور سے بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔

وہ اپنے کمرے تک بھاگتی ہوئی آرہی تھی کہ کمرے کے دروازے پر ہی اس کی ٹکر کسی سے ہو گئی۔ نیم اندھیرا ہونے کے باعث صحیح طریقے سے دیکھ نہیں سکی کہ کون ہے۔ ایمان گرنے لگی تھی کہ اس شخص نے اسے تھام لیا۔ ایمان ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا۔

کون؟۔۔ کون ہے؟ ایمان نے پوچھا تو بجلی آگئی اور لاؤنچ روشن ہو گیا۔

میں ہوں مراد۔ آپ ایسے بھاگ۔۔ مراد ہڑبڑا گیا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی؟ ایمان غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
میں نے آپ کو ہاتھ نہیں لگایا صرف آپ کو گرنے سے بچایا ہے مراد کو اس کی بات بری لگی تھی۔  
ہٹو میرے راستے سے ایمان مراد کو دھکا دے کر اندر گئی اور دروازہ زور سے دے مارا۔

مراد ایک پل کو لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگا۔۔۔

ایمان چارپائی پر لیٹ گئی اور رونے لگی۔

کیا یہی ہے ان کی غیرت؟ کے اپنے دوستوں سے میرے بارے میں ایسی شرط لگائیں؟ میرے کردار کو اپنے دوستوں کے ساتھ ڈسکس کریں؟ آخر یہ کیسی غیرت ہے؟ کیا میری ذات اتنی بے مول ہے۔۔ کے اب باہر کے لوگ میرا کردار جج کرنے کے لئے شرائط رکھیں گے؟ کیا ایسے ہوتے ہیں شوہر؟ ایمان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ادھر مراد حیرت میں تھا کہ کیا ہو گیا جو ایمان شاہ میر کے کمرے سے ایسے بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے میں جا رہی تھی۔۔۔ اور اس نے مراد پر غصہ کیا مراد سوچتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔

ادھر شاہ میر پچھتا رہا تھا ایسی بات بول کر۔ اگر وہ شرط والی بات نہ بولتا تو ایمان آج نہ جاتی۔ وہ ہمیشہ ہی اس کی توجہ کی منتظر رہتی تھی۔

اب تینوں کو نیند نہیں آرہی تھی۔

آج کی صبح کافی عجیب تھی۔ شاہ میر بھی اداس دکھائی دیتا تھا۔ ایمان تو ہمیشہ ہی اداس رہتی تھی لیکن آج معمول سے زیادہ مرجھائی ہوئی تھی۔ اس نے حسب معمول چائے پینے کے بعد جھاڑوا اٹھایا۔ مراد بھی چائے پینے کے لیے آکر بیٹھ گیا۔ شاہ میر اور مراد دونوں ساتھ چارپائی اور بیٹھے ہوئے تھے۔ ساجدہ سکی نہ دور بیٹھیں محو گفتگو تھیں۔

عافیہ اور صفیہ دونوں اندر کمروں میں گھسی ہوئی تھیں۔ شاہ میر کسی سوچ میں گم تھا۔ اور مراد اسے دیکھ رہا تھا۔

تمہارے دماغ میں کیا چلتا رہتا ہے ہر وقت۔۔۔ مراد نے کہا تو شاہ میر نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔ کچھ نہیں۔۔۔ شاہ میر بولا۔

آج ڈیرے پر نہیں گیا کیا؟ مراد نے طنز کیا۔

دل نہیں کر رہا وہاں جانے کا شاہ میر نے ایمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

مراد کی نظروں نے شاہ میر کی نظروں کا تعقب کیا۔ ایمان جھاڑ دینے کے بعد اب روٹیاں پکانے کے تیاری کر رہی تھی۔ وہ لکڑیاں توڑنے لگی۔ مراد کو لگا وہ لکڑیوں سے پہلے خود ٹوٹ جائیگی۔۔۔

پھر مراد چھت پر آگیا۔ ابھی تک باہر کا موسم تھا۔ نہ گرمی نہ سردی۔ ہلکی سی گرمی ہو جایا کرتی تھی دوپہر میں۔ پھر راتیں ٹھنڈی۔۔۔

شاہ میر ایمان کے پاس آیا۔

وہی میں آئی ہو۔۔۔ میرے بھائی کے قاتل کی بہن ہو۔ تم پر یہ بیویوں والے نخرے اچھے نہیں لگتے۔۔۔ کل بلایا تھا نہیں آئیں۔۔۔ آج نہیں آئیں تو میری طرف سے فارغ ہو پھر۔۔۔ شاہ میر اسے دھمکی دیتا ہوا باہر نکل گیا۔

ایمان کی ہمت جواب دے گئی۔ اس میں اب کوئی کام کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ کام ادھورا چھوڑ کر اندر آکر چارپائی پر لیٹ گئی۔

ماہ رانی روٹیاں کیا تمہاری ماں آکر پکائے گی؟ ساجدہ نے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر کہا۔

میری طبیعت صحیح نہیں ہے۔ ورنہ میں کب نہیں پکاتی۔ ایمان نے بے بسی سے کہا۔

اب نئی فلم لگائی ہے طبیعت خرابی کی۔ کل سارا دن آرام کیا ہے اب اٹھو۔ میری بیٹیاں نوکر نہیں تمہارے پاب کی ساجدہ بولی۔

مراد آوازیں سن کر نیچے آیا۔



کیا ہوا چاچی؟ اس نے پوچھا۔

ماہ رانی کی طبیعت خراب ہے۔ اب روزیہ بہانہ کرے گی ساجدہ غصے سے بولی۔

ہاں تو ان کو آرام کرنے دیں۔۔ انسان ہیں یہ بھی۔ مراد نے ایمان کی طرف دیکھے ہوئے کہا وہ اب اٹھ کر بیٹھ گئی مراد کی آواز سن کر۔

یہ سب بہانے ہیں کام نہ کرنے کے ساجدہ نے کہا۔

صفیہ۔۔ عافیہ۔۔ مراد نے آواز لگائی تو وہ دونوں کسی جن کی طرح برآمد ہوئیں اپنے کمرے سے۔  
جی بھائی عافیہ نے کہا۔

جاؤ کام کرو۔۔ ان کی طبیعت صحیح نہیں ہے مراد نے کہا۔

وہ دونوں بنا بحث کیے کام پر لگ گئیں۔۔ کوئی اور کہتا تو غصہ کرتیں۔ لیکن مراد پر انہیں غصہ نہیں آتا تھا۔  
صفیہ روٹیاں پکانے لگی۔ اور عافیہ لسی بنانے لگی۔

دیکھ رہا ہوں۔۔ بہت کام چور ہو گئی ہو تم دونوں۔ مراد نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

بھائی آپ کے کام کے لیے ہم ہر وقت حاضر ہیں صفیہ نے کہا۔

ویسے بھائی آپ کو جب شہر میں نوکری ملے گی نہ تو وہاں جب گھر ملے گا نہ تو ہم بھی وہاں آئینگے۔۔ آپ کے ساتھ رہیں گے عافیہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اُسکی ہاتھ میں لسی تھی اور اب وہ پراٹھے پر مراد کو مکھن ڈال کر دے رہی تھی۔

عافیہ کیا بھائی کو بس لسی ہی دو گی؟ کچھ پکا کر بھی دو۔ اندایاں آلو صفیہ نے روٹی ڈالتے ہوئے کہا۔  
بھائی بتائیں ساتھ کیا لینگے۔۔ عافیہ نے پوچھا۔

نہیں بس صحیح ہے۔ یہی کھالونگا مراد نے کھانا شروع کیا۔

بھائی میرا موبائل خراب ہو گیا ہے۔ مجھے نیا لادیں عافیہ نے کہا۔

کل آجائیکا تمہارا نیا موبائل۔۔۔ خوش؟ مراد نے کہا تو عافیہ نے خوشی سے بچوں کی طرح سر بلایا۔

بھائی۔۔۔ مجھے بھی صفیہ ناراضگی سے بولی۔

اچھا اچھا مدام تمہارا بھی آجائیکا مراد نے کہا۔

لوجی ادھر بات نگلی نہیں ادھر پوری کردی مراد نے صادق احمد (شاہ میر کے والد) نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

ابا آپ کا بیٹا تو ہمارا خیال رکھتا ہی نہیں۔ اگر مراد بھائی نہ ہوتے تو ہم دونوں بہنوں کو کوئی پانی تک نہ پوچھتا یہاں۔ عافیہ نے کہا۔  
www.urdu novelsmania.com

شاہ میر کو کچھ مت کہو۔ ایک بیٹا جان سے گیا ہے میرا۔۔۔ اب شاہ میر کے بارے میں کچھ نہ کہو۔ میری جان ہے اس میں صادق احمد نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

ہاں لیکن ہمیں تو مراد بھائی پیارے ہیں صفیہ نے بتایا۔

اچھا اچھا کھانا دو مجھے جلدی کام سے جانا ہے صادق احمد میں روکھے انداز میں کہا۔ مراد جانتا تھا وہ شاہ میر کی برائی نہیں سن سکتے تھے۔ اور مراد کو کوئی شاہ میر پر فوقیت دے اُن سے یہ برداشت نہیں ہوتا تھا۔ عافیہ بھابھی کو کھانا دے آؤ۔ اُن کی صحت صحیح نہیں ہے مراد نے کہا۔ عافیہ اس کے لیے کھانا لیکے اندر گئی۔

مراد بھائی کا حکم نہیں ٹالتی۔ ورنہ تمہیں دیکھنے کو بھی دل نہیں کرتا میرا۔ میرے بھائی کے قاتل کی بہن۔۔۔ عافیہ کھانا اسکے سامنے پُٹھ کر چلی گئی۔ ایمان کورات والی بات یاد آئی۔

مجھے معذرت کرنی چاہیے اُن سے کل رات کے لیے۔ میں نے شاہ میر کا غصہ اُن پر نکالا۔ وہ تو اچھے انسان ہیں سب کا خیال رکھتے ہیں۔۔۔ میرا بھی۔ ایمان نے کہہ کر کھانا شروع کیا۔

رات جب ہو کا عالم ہوا تو شاہ میر نے ایمان کے کمرے کا دروازہ بجایا۔ ایمان سمجھ گئی کہ شاہ میر اسے لینے آیا ہے۔ اب انکار کا مطلب تھا بید غلی۔ وہ بھاری قدموں کے ساتھ اٹھی اور دروازے کی کنڈی کھولی سامنے شاہ میر کھڑا تھا۔

شرافت سے کمرے میں آؤ۔ شاہ میر حکم صادر کرتا ہوا اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ ایمان سوچتی رہ گئی۔۔۔ شاہ میر اس کی نظروں میں گر چکا تھا۔ اس کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا جانے کو۔ پھر بھی وہ اس کے کمرے میں آئی۔ شاہ میر نے اسے دیکھا اور اس کے قریب آیا۔

اس کے چہرے کو تکتے لگا۔

کس بات کا غور ہے تمہیں؟ وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر بولا

ایمان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

ایسے مت دیکھو مجھے۔ میرے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔ مگر تم میرے نکاح میں ہو۔ اور اپنا حق لینا شاہ

میرا اچھے طریقے سے جانتا ہے شاہ میر نے کہہ کر دروازہ بند کیا۔

کیا؟ تم نے اس سے معافی مانگی؟ بس یہی مردانگی تھی تمہاری؟ ایک ونی میں آئی ہوئی لڑکی کے آگے جھک

گیا؟ قاسم نے غصے سے کہا۔

ہاں تو غلطی ہوئی تھی مجھ سے۔۔۔ معافی لی شاہ میر نے نظریں چرا کر کہا۔

واہ سائیں واہ۔۔۔ تو ہمارا دوست کہلانے کے قابل نہیں ہے حامد بولا۔

لیکن۔۔۔ شاہ میر نے کچھ کہنا چاہا

لیکن تو ایک عورت کے ہاتھوں الو بن گیا۔۔۔ اب جا جا کر پیر دھوا سکے۔ ہمارے پاس کیا لینے آیا ہے؟

بزدل کہیں کا وزیر نے کہا۔

شاہ میر کو غصہ آ گیا۔

کیا تم لوگ اپنی بیویوں سے معافی نہیں مانگتے؟ شاہ میر بولا۔

ہماری بیویوں کی برابری اپنی بیوی سے نہ کر۔۔۔ ہماری بیویاں خاندانی ہیں۔۔۔ ونی میں نہیں آئی ہیں۔ قتل کی بہن نہیں ہیں۔ قاسم نے کہا۔

ہاں تیری بیوی تو خون بہا کے عوض آئی ہے۔۔۔ میرے ساتھ ایسا ہوتا تو اپنی گردن کٹا لیتا لیکن اپنی بہن نہیں دیتا اپنی جان بچانے کے لیے حامد نے کہا۔

وہ سب اسے اشتعال دلار ہے تھے۔۔۔ شاہ میر وہاں سے اٹھ کر گھر آگیا۔

ایمان برآمدے میں بیٹھی سوچوں میں گم تھی۔ آیا تو وہ غصے سے تھا لیکن ایمان کا چہرہ دیکھ کر نرم پڑ گیا۔ کمرے میں آؤ۔ شاہ میر نے کہا تو وہ اس کے پیچھے آئی۔

بیٹھو اس نے کہا۔ ایمان بیٹھ گئی۔

موبائل چاہیے؟ شاہ میر نے کہا۔

ایمان نے نفی میں سر ہلایا۔

میں نے توڑا تھا نا۔۔۔ اب میں ہی لا کے دوں گا شاہ میر نے اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے کہا۔

مجھے نہیں چاہیے وہ بولی۔

اب چھوڑ بھی دو ناراضگی شاہ میر نے اس کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا۔

میں ناراض نہیں ہوں وہ بولی۔

تم مجھے اچھی لگتی ہو۔ تم بہت حسین ہو شاہ میر نے محبت بھری نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ایمان کچھ نہ بولی۔

کل نیا موبائل لے آؤں گا وہ بولا۔

ایمان چپ رہی

اور کچھ چاہیے؟ شاہ میر نے پوچھا۔

نہیں۔۔ وہ بولی۔

کیڑے؟ شاہ میر نے کہا۔

نہیں۔۔ میں میرے پاس۔ ایمان نے کہا۔

مجھ سے محبت کرتی ہو؟ شاہ میر نے اچانک سوال کیا۔ اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

محبت؟ ایمان سوچ میں پڑ گئی

محبت؟ ایمان سوچ میں پڑ گئی۔

اسے یاد آیا وہ مار جو اس نے کھائی پچھلے دو ماہ میں۔ وہ الزام جو اس پر لگا۔ وہ دل آزاری جو اس کی ہوئی۔ اتنا

سب کچھ ہو جانے کے بعد محبت؟؟؟

کیا سوچ رہی ہو اتنا؟ شاہ میر نے اسے خیالوں میں گم دیکھا تو کہا۔

محبت کا جواب دینے کے لیے اتنا سوچنا پڑ رہا ہے تمہیں؟ وہ پھر بولا۔



کیسے ہوتی ہے محبت.. کس سے کی جاتی ہے محبت؟ وہ جو محبت کے لائق ہو۔ وہ جو آپ کو باہر روانہ کرے۔ وہ جو آپ کا خیال رکھے۔ اسی سے ہوتی ہے محبت۔ ایمان سوچ رہی تھی لیکن کہا نہیں۔ شاہ میر اس کے جواب کا منتظر تھا۔ ایمان نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ جانتی تھی کہ کچھ بھی کہنے سے پھر سے ہنگامہ ہو سکتا تھا۔

شاہ میر خوش ہو گیا

عافیہ صفیہ کہاں ہو دونوں تمہارے موبائل آگئے ہیں شام کو مراد شہر سے لوٹا تو ان دونوں کے لئے موبائل لے کر آیا۔

دونوں خوشی سے بھاگی بھاگی چلی آئیں۔ اور موبائل مراد کے ہاتھ سے لے لیے اور کھول کر دیکھنے لگیں مراد کھڑا ان کو مسکراتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

بھائی آپ بہت اچھے ہیں دونوں نے ساتھ میں کہا۔

مراد چارپائی پر بیٹھ گیا۔

اور کروان کا دماغ خراب۔ ناکام نہ کاج سارا دن موبائل میں لگی رہتی ہیں ساجدہ بولی۔

اماں آپ کا بس چلے تو سارا دن ہم سے کام کروائیں آپ صفیہ نے کہا۔

شاہ میر جو اندر کمرے میں بیٹھا ہوا تھا ایمان کیساتھ آوازیں سن کر باہر آیا۔

کیا ہوا؟ شاہ میر نے پوچھا۔

مراد بھائی ہم دونوں کے لیے نئے موبائل لے کر آئے ہیں۔ عافیہ نے بتایا۔ ایمان بھی باہر آگئی۔

ایسا کرو ایک موبائل ایمان کو دے دو میں تمہیں دوسرا لادے دوں گا شاہ میر نے عافیہ سے کہا۔

نہیں میں ہر گز اپنا موبائل نہیں دوں گی۔ عافیہ نے موبائل اٹھایا اور کمرے میں چلی گئی۔

صفیہ تم اپنا موبائل ایمان کو دے دوں میں تمہارے لئے دوسرا لے آؤں گا شاہ میر نے اب صفیہ سے کہا۔

میں نہیں دوں گی اپنا موبائل میں جانتی ہوں آپ نہیں لائیں گے صفیہ نے کہا۔

کیسے نہیں دوں گی دیکھتا ہوں شاہ میر آگے بڑھا اور اس کے ہاتھ سے موبائل چھین لیا۔

ادھر دو میرا موبائل۔ صفیہ نے غصے سے کہا اور موبائل چھیننے کی کوشش کرنے لگی۔

ایمان دونوں کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

آپ اسے واپس کر دیں مجھے نہیں چاہئے موبائل ایمان نے پریشانی سے کہا۔ وہ جانتی تھی اب سارا نزلہ اس پر گرے گا۔

دونوں بہن بھائیوں میں ہاتھ پائی شروع ہو گئی۔

شاہ میر یہ کیا طریقہ ہے؟ تمہیں اپنی بیوی کو موبائل دینا ہے تو خود شہر جاؤ اور لے کر آؤ میری بہنوں کا کیوں

چھین رہے ہو۔؟ مراد نے کہا۔ لیکن شاہ میر کچھ سن ہی نہیں رہا تھا۔

کل تک تو اس کی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے تو آج اس کی فرمائشیں پوری کر رہے ہو؟ ساجدہ کو

غصہ آگیا۔

اماں آپ بیچ میں مت بولیں شاہ میر نے کہا۔  
ان دونوں کا جھگڑا بہت بڑھ گیا۔

کچھ تو یاد کرو شاہ میر یہ ہمارے بھائی کے قاتل کی بہن ہے۔ اور تم اس کے لیے مجھے مار رہے ہو میرا موبائل چھین کر اسے دے رہے ہو؟ صفیہ رونے لگی۔

شاہ میر نے ایمان کا ہاتھ پکڑا اور موبائل اٹھا کر کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔ صفیہ پیچھے بھاگی اور ایمان کو مارنے لگی۔

صفیہ تمیز سے مراد نے کہا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بیوی پر ہاتھ اٹھانے کی؟ شاہ میر صفیہ کو مارنے کے لیے آگے بڑھا تو مراد نے اسے روک لیا۔

بیوی پر تم خود بھی کئی بار ہاتھ اٹھا چکے ہو۔ میں کچھ نہیں بولا کیونکہ میاں بیوی کے آپس کا معاملہ تھا۔ لیکن میری بہن کو اگر تم نے مارا تو میں تمہارا حشر کر دوں گا مراد نے اس کا بازو دبوچتے ہوئے کہا۔

بھاڑ میں جاؤ تم سب۔ شاہ میر نے موبائل زمین میں پھینکتے ہوئے کہا۔ صفیہ نے تیزی سے موبائل اٹھایا اور صاف کرنے لگی۔

شاہ میر ایمان کا ہاتھ پکڑ کر اندر کمرے میں چلا گیا۔

توبہ توبہ۔ ایک دن میں پتہ نہیں کون سا تعویذ گھول کر پلا دیا ہے میری بیٹے کو اس لڑکی نے۔ کل تک تو اس کی شکل دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔ اور آج قربان جا رہا ہے۔ ساجدہ کہہ رونے لگی۔

مراد سر پکڑ کر وہاں بیٹھ گیا۔ (یہ لوگ کبھی نہیں سدھریں گے) اس نے زیر لب کہا تھا۔

آپ کو اتنا ہنگامہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ کے جانے کے بعد مجھے باتیں سننی پڑیں گی ایمان نے پریشانی سے کہا۔

کوئی کچھ کہہ کر تو دکھائے تمہیں۔ زبان کھینچ لو نگا اس کی۔ شاہ میر نے کہا۔

آپ کی امی مجھے باتیں سنائیں گی کیا ان کی زبان کھینچ سکتے ہیں آپ؟ ایمان رونے لگی۔

تم رومت۔ شاہ میر نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

آپ اگر سب سے میرے لئے لڑیں گے تو میرے لئے پریشانی ہوگی ایمان بولی۔

اچھا تم پریشان مت ہو۔ میں تمہارے لئے جلیبیاں لے کر آتا ہوں شاہ میر نے کہا۔ اور وہاں سے چلا گیا۔

وہ ٹیلے کے پاس آیا جہاں جلیبیاں بن رہی تھیں۔ اس نے جلیبی والے کو جلیبی کا کہا اور پیسے پکڑا دیے۔ تھوڑی سی دور اس کے تینوں دوست کھڑے ہوئے تھے جو اسے دیکھ کر ہنسنے لگے۔ شاہ میر اُن کو نظر انداز کرتا ہوا جلیبیاں لیکے آگے بڑھنے لگا۔

وہ دیکھو جو رو کا غلام جا رہا ہے۔ قاسم نے آواز لگائی اور وزیر سے ہاتھ ملا کر تالی بجائی۔

ضرورت اپنی بیوی کے لئے جلیبیاں لیکے جا رہا ہے حامد نے بھی اونچی آواز میں مذاق اڑایا۔

شاہ میر نے اُن کو غصے سے دیکھا۔ اور اُن کو نظر انداز کر کے گھر کی طرف بڑھنے لگا۔  
چھوڑ دے اسے۔۔۔ ابھی بیوی کے حسن کی پٹی بندھی ہوئی ہے اس کی آنکھوں میں۔ بہت جلد یہ پٹی اتر جائیگی اور واپس ہمارے پاس ہی آئیگا دم ہلاتا ہوا قاسم نے کہا۔  
یار دیدار تو کر دے اس کی بیوی کا۔ سنا ہے بہت حسین ہے۔ دل بیتاب ہے دیکھنے کو۔ حامد دل پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

ہاں کرتے ہیں کوئی منصوبہ بندی اسے دیکھنے کی۔ میں خود دیکھنے کو بے چین ہوں۔ ضرور حسین ہے تو شاہ میر مر اجا رہا ہے اس کے لیے۔ ورنہ جس کام سے ہم اسے منع کرتے ہیں اس کی مجال نہیں کے شاہ میر اس کے خلاف کچھ کرے۔

لیکن دیکھیں گے کیسے؟ وزیر نے کہا۔

سوچتے ہیں کچھ قاسم نے ٹھوڑی کھاتے ہوئے کہا۔

ایمان۔۔۔ ایمان۔۔۔ شاہ میر نے گھر میں داخل ہوتے ہی آواز لگانے شروع کی۔

ایمان رات کے کھانے کے لیے لکڑیاں اکٹھا کر رہی تھی۔

یہ لو جلیبی۔۔۔ شاہ میر نے اسے شاہ پر تھامتے ہوئے کہا۔

آپ کمرے میں رکھ دیں میں ابھی کام کر رہی ہوں ایمان بولی۔

ماں کو تو کبھی کچھ لا کر نہیں دیا۔ کبھی بہنوں کو بھی کچھ نہیں دیا۔ اور اس لڑکی پر مہربانیاں ہو رہی ہیں ساجدہ تپ گئی۔

آپ کو شوگر ہے اماں سوچنا بھی مت جلیبی کے بارے میں شاہ میر نے ہنستے ہوئے کہا۔  
دیکھ رہی ہوں بڑا ہواؤں میں اڑ رہا ہے آج کل۔ ساجدہ نے طنز کیا۔ شاہ میر واقعی ہواؤں میں اڑ رہا تھا ایمان کی قربت پا کر۔ اسے اب ایمان کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔  
لیکن ایمان شاہ میر کے اس رویے سے پریشان تھی۔ کیوں کہ اس کی مہربانیوں کا صلہ اسی ساجدہ کے غصے کی صورت میں سہنا پڑ رہا تھا۔

کھا لو گرم گرم ہیں۔ پھر مزہ چلا جائیگا ٹھنڈے ہو گئے تو شاہ میر اس کے پاس بیٹھتا ہوا بولا۔ وہ کھانے لگی۔  
ساجدہ کو یہ منظر ایک آنکھ نہیں بھار رہا تھا۔  
کل تک تو بڑے دعوے کر رہا تھا بھائی کے قتل کا۔ بدلہ لینے کا۔ کہاں گیا تمہارا بھائی سے پیار؟ ساجدہ بولی۔  
اماں قتل ایمان نے نہیں کیا۔ اور بدلہ تو میں ضرور لوں گا بس حیدر میرے ہاتھ لگ جائے کسی دن قسم کھاتا ہوں ویسے ہی ڈنڈا اس کے سر پر نہیں مارا تو نام شاہ میر نہیں میرا شاہ میر نے کہا۔  
ایمان پریشان ہوئی۔ (کیا اب بھی وہ حیدر کے قتل کا ارادہ رکھتا) سو تیرا ہی سہی لیکن اسکا بھائی تو تھا۔



شاہ میر گھر سے باہر گیا تو موقع پر ایمان مراد کے پاس آئی۔ صبح کا وقت تھا مراد چائے پی کر اٹھا۔ ایمان سامنے آئی تو وہ نظریں جھکا کر آگے بڑھنے لگا۔ اسے اس رات والی بات یاد تھی۔ وہ بھی ان سے گریزاں ہی رہتا تھا۔

بات سنیں وہ جانے لگا تو ایمان نے پیچھے سے پکارا۔ وہ رُک گیا۔ اور مراد کو دیکھا۔ میں اس رات کے لئے آپ سے معافی چاہتی ہوں۔ مجھے آپ سے اس طرح کا رویہ نہیں رکھنا چاہیے تھا۔ آپ نے مجھے شاہ میر کی مار کھانے سے بچایا تھا۔ میں اس بات کے لئے آپ کی احسان مند ہوں۔ مگر اس وقت مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا۔ میں نے پریشانی میں آپ سے وہ سب کہا۔۔۔ ایمان کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی۔ مراد نے اس کی بات کاٹی۔

مجھے نہیں معلوم آپ کو کیا پریشانی تھی۔ لیکن اتنا کہوں گا آپ نے اچھا نہیں کیا۔ میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ اس گھر میں صرف ایک میں ہی ہوں جو آپ کی عزت کرتا ہوں۔ باقی سب کا حال آپ خود جانتی ہیں۔ میں بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ میں آپ کی عزت کرتا ہوں اور قیامت تک کرتا ہوں گا مراد کہہ کر تیزی سے وہاں سے نکل گیا۔

ایمان کا دل بوجھ کر رہ گیا۔ اسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔

ایمان اپنے کمرے میں تھی جب ساجدہ اندر آئی اور اس نے ایمان کو بالوں سے پکڑ لیا۔

میری بیٹی پر جادو ٹونا کر وایا ہے نہ تم نے؟ کل تک تو تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اور آج تمہارے پاؤں دھو دھو کر بھی رہا ہے۔ کونسی پیر فقیر سے لائیو تعویذ مجھے بتاؤ ساجدہ نے اسے مارنا شروع کیا۔

چاچی میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ایمان روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

میں تجھے ایک بات بتا دوں کہ شاہ میر کا یہ رویہ دودن کا مہمان ہے۔ جیسے ہی تمہاری محبت کا بھوت اس کے سر سے اتر گیا وہ تمہیں پوچھے گا بھی نہیں۔ وہ میر ابیٹا ہے اور میں اس سے جانتی ہوں۔ اس لیے بہتر ہے کہ اپنی اوقات میں رہو۔ اور تمہاری اوقات ہے کہ تم ونی میں آئی ہو ساجدہ نے کہہ کر اس کے بال چھوڑ دیے۔

کمرے کے دروازے سے گزرتے ہوئے مراد نے ساجدہ کا صرف آخری جملہ سنا تھا۔

اللہ ہدایت دے۔۔ مراد کہتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

ایمان اب شاہ میر کے کمرے میں ہی رہتی تھی۔ شاہ میر اب زیادہ وقت گھر میں ہی گزارنے لگا تھا۔ اس نے دوستوں کے پاس جانا بھی فی الحال ترک کر دیا تھا۔ سارا دن ایمان کی آگے پیچھے گھومتا رہتا تھا۔ اپنی بہنوں سے کہتا تھا کہ ایمان کام نہیں کرے گی وہ کام کریں۔ اور اسی بات کو لیکر روز جھگڑا شروع ہو جاتا تھا۔ ان سب باتوں کی وجہ سے ایمان کو پریشانی سہنی پڑتی تھی۔

اس انسان کی نفرت بھی میرے لیے اتنی تکلیف دہ نہیں تھی جتنی اس کی محبت مجھے اذیت دے رہی ہے

ایمان نے خود سے کہا

ایمان صبح جھاڑو دے کر فارغ ہوئی تو سکیںہ کا بیٹا ضمیر اندر داخل ہوا۔

ایمان بھابھی آپ کے ابو آپ سے ملنے آئے ہیں ضمیر نے آتے ہی اعلان کیا۔ ایمان حیران ہو گئی۔ ایک نے مہینوں میں پہلی بار تھا جب اس کے والد جلال اس سے ملنے آئے تھے۔ ضمیر کے پیچھے ہیں جلال احمد داخل ہوئے۔ شاہ میر بھی گھر پر ہی تھا۔

ایمان ایک دم سے بھاگ کر اپنے باپ سے لپٹ گئی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ شاہ میر آگے بڑھا اور اس نے ایمان کو جلال احمد سے الگ کیا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر آنے کی؟ شاہ میر نے اُن کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔ میں اپنی بیٹی سے ملنے آیا ہوں جلال احمد نے کہا۔

شاہ میر چھوڑ دیں یہ میرے ابو نے آپ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتے ہیں ایمان نے اپنے باپ کو چھڑاتے ہوئے کہا۔

تم چپ کرو۔ تم ونی میں آئی ہو۔ اور منی میں آئی ہوئی لڑکی کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے ماں باپ اور اپنا میکا چھوڑ کر آجاتی ہے۔ تم ناکسی کی بیٹی ہوں نہ کسی کی بہن اب۔ تم صرف شاہ میر کی بیوی ہوں اور بس شامی نے شہادت کی انگلی وار ننگ دینے والے انداز میں اوپر کر کے ایمان کو دکھائی اور کہا۔ اور پھر سے جلال احمد پر حملہ کر دیا۔

مراد چھت سے سارا تماشا دیکھ رہا تھا وہ نیچے آیا۔

ایمان نے اپنے والد کو پھر چھڑانے کی کوشش کی تو شاہ میر نے اسے دھکا دیا اور وہ دور جا کر گری۔

شاہ میر کیوں تماشا کر رہے ہو؟ مراد نے جلال احمد کا گریبان چھڑاتے ہوئے کہا۔ اور شاہ میر کو قابو کرنے کی کوشش کی۔ ایمان اور کھڑی ہوئی اور وہ روتی جا رہی تھی۔

ان لوگوں نے میرے بھائی کا قتل کیا ہے میں انہیں اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔  
ابو آپ یہاں سے چلے جائیں پلینز میں آپ کی مزید تذلیل برداشت نہیں کر سکتی ایمان نے روتے ہوئے کہا۔

اسی وجہ سے جلال احمد اتنے مہینوں سے ایمان کے پاس نہیں آئے تھے ان کو یہی خوف تھا کہ شاہ میر انہیں جان سے مار دے گا انہیں دیکھ کر آپے سے باہر ہو جائیگا اور وہی ہوا جس کا ان کو ڈر تھا۔ وہ اپنی جان بچا کر وہاں سے چلے گئے ایک آخری نظر ایمان پر ڈالی۔ اور دروازہ عبور کر کے وہاں سے اوجھل ہو گئے۔  
تم کیوں رو رہی ہو؟ بند کرو یہ رونا دھونا۔ میں نے کہا نہ تمہارا میرے علاوہ کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے اب۔ تم ونی میں آئی ہوں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ منی میں آئی ہوئی لڑکی کا کوئی نہیں ہوتا سوائے اس کے شوہر کے شاہ میر نے اب ایمان کو شانوں سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ ایمان کا رونا مزید تیز ہو گیا تھا۔ وہ سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔

کوئی انسانیت ہے یا نہیں تمہارے اندر؟ مراد نے اسے بازوؤں سے پکڑتے ہوئے کہا۔

ان لوگوں کے اندر کوئی انسانیت تھی؟ میرے بھائی کو اتنی بے دردی سے مار دیا۔ ان کو دیکھتا ہوں تو میرا خون کھولنے لگتا ہے۔ میرا آج اس کا قتل ہی کر دیتا اگر تم بیچ میں نہ آتے تو شاہ میرے مراد کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ اس کی آنکھیں غصے سے لال تھیں۔

اس قتل کہ بد لاءم خون بہا کی صورت میں لے چکے ہو۔ مراد نے ایمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ سرداروں کا فیصلہ تھا میرا نہیں۔ میرے اندر بدلے کی آگ آج بھی موجود ہے۔ بس حیدر میرے ہاتھ لگ جائے شاہ میرے کہا

اگر تم نے حیدر کو قتل کر دیا تو پھر تمہیں ایمان کو آزاد کرنا پڑے گا مراد نے یاد دلایا۔

ایمان کو تو میں اب مر کر بھی نہیں چھوڑ سکتا شاہ میر بولا۔ اس بار وہ آرام سے بولا اور چارپائی پر بیٹھ گیا۔ ان کے سامنے ان کے باپ کو مار سکتا ہے۔۔۔ بار بار ونی میں آئی ہوئی کہہ کر ان کا دل دکھا سکتا ہے۔ ان کو مار سکتا ہے۔ ان کی تذلیل کر سکتا ہے۔ لیکن چھوڑ نہیں سکتا۔۔۔ مراد نے غصے سے کہا اور آخری نظر ایمان پر ڈالتا ہوا واپس اوپر چھت پر چلا گیا۔

حمیدہ اور حیدر ساتھ برآمدے میں بیٹھے تھے کہ اسے مرکزی دروازے سے جلال احمد آتے دکھائی دیے دیے۔

جلال احمد نے اپنی ٹوپی اتار کر چارپائی پر رکھی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

کیا ہوا ہے حیدر کے آباخیر تو ہے؟ حمیدہ نے پریشانی سے۔

کیسے خیر ہو سکتی ہے۔ تمہارے بیٹے کی جان بچانے کے لیے میں نے اپنی بیٹی قربان کر دی۔ اس کے گھر سے ہو کر آ رہا ہوں۔ جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہو رہا ہے میری بیٹی کے ساتھ۔ کس طرح سے شامیر نے اسے دھکا دیا۔ اور وہ دور جا کر گری۔ اس کے سامنے میری تذلیل کی شاہ میر نے۔ اب میں کہاں جاؤں؟ شاہ میر نے خون بہا کے عوض تیس لاکھ روپے مانگے تھے۔ میرے پاس تیس لاکھ ہوتے تو میں دے دیتا۔ مگر اپنی بیٹی نہ دیتا۔ تم دونوں ماں بیٹے کا کیا میری بیٹی کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ پتا نہیں کیا ہو گیا تھا مجھے اس وقت۔ مجھے بس یہی خوف تھا کہ شاہ میر حیدر کو قتل کر دے گا۔ حیدر کو بچانے کے لیے میں نے ایمان کو قربان کر دیا۔ کیسا باپ ہوں میں؟ جلال احمد روتے ہوئے کہتے جا رہے تھے۔

آپ رونا بند کریں آپ نے کچھ غلط نہیں کیا۔ یہ زمانے کا دستور ہے۔ بیٹا ہی سہارا ہوتا ہے بیٹیاں تو ویسے بھی چلی جاتی ہیں۔ ایک نہ ایک دن تو ایمان نے چلے ہی جانا تھا۔ اور اتنے کھاتے پیتے گھر میں گئی ہے وہ۔ آپ بس حیدر کے بارے میں سوچیں۔ بس سوچیں کہ آپ کوئی بیٹی تھی ہی نہیں حمیدہ نے بات بنانے کی کوشش۔ وہ ہر طرح سے اپنا اور حیدر کا دفاع کر رہی تھی۔

میں اس کی حالت دیکھ کر آیا ہوں۔ مجھے کسی نے خبر دی تھی کہ شاہ میر کا بہت خیال رکھتا ہے۔ یہی سوچ کر میں وہاں گیا۔ کہ وہ خوش ہوگی جلال احمد نے کہا۔

آپ کو دیکھ کر شامیر کو غصہ آ گیا ہو گا۔ آپ کو وہاں نہیں جانا چاہیے تھا۔ حمیدہ نے سمجھایا۔



تم تو سوتیلی ماں ہو۔ آخر تم نے ثابت کر دیا کہ تم سوتیلی ہی ہو۔ ایمان کی جگہ پر تمہاری اپنی بیٹی ہوتی تو کیا پھر بھی تو یہی کرتی؟ جلال احمد نے پوچھا۔

تو آپ نے کون سا سگ باپ ہونے کا فرض ادا کیا ہے؟ آپ نے بھی تو بیٹے کو بچا کر بیٹی قربان کر دی۔ اب رونے دھونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس وقت سوچنا چاہیے تھا۔ سانپ نکل گیا اب لیکر پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اور زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ ہر لڑکی کو سسرال میں یہی سب سے نہ پڑتا ہے۔ مجھے موضوع الزام مت ٹھہرائیں حمیدہ کہتی ہوئی غصے سے پاؤں پٹختی اندر چلی گئی۔

جلال احمد اب خونخوار نظروں سے حیدر کو دیکھ رہے تھے۔

ابا میری طرف ایسے نہ دیکھ۔ یہ فیصلہ خالص تیرا اپنا تھا۔ اتنا ہی پیار تھا بیٹی سے تو زمین بیچ کر پیسے دے دیتا۔ لیکن تجھے تو پیسہ پیارا تھا حیدر بھی کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

جلال احمد در سے رونے لگے۔

ایمان سارا دن روتی رہی۔ شاہ میر بھی غصے سے گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ رات ہو گی لیکن وہ واپس نہیں آیا۔ یہاں تک کہ سب گھر والے سو گئے۔ ایمان کورہ کر اپنے بوڑھے باپ کا چہرہ یاد آرہا تھا۔ اس چہرے پر بے بس یاد آرہی تھی۔ شاہ میر نے کیسے ان کا گریبان پکڑا وہ یاد آرہا تھا۔ جتنا ایمان سوچتی جا رہی تھی اتنا ہی اس کا دل کٹتا جا رہا تھا۔ اسے نیند بھی نہیں آرہی تھی۔

شاہ میر گھر نہیں آیا تھا لیکن اسے شاہ میر کی فکر نہیں تھی اس وقت۔ اس وقت صرف اسے اپنے والد کی فکر تھی۔ ایک بیٹی کے دل پر کیا گزرتی ہے جب اسے ایک بوڑھے باپ کا گریبان اس کے سامنے پکڑا جائے۔ جھلانکے باپ نے بھی باپ ہونے کا ثبوت ادا نہیں کیا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے باپ سے نفرت نہیں کر سکتی تھی۔ ایک بیٹی کیلئے اپنے باپ سے نفرت کرنا ایک ناممکن سی بات ہے۔

اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ گرمی کی وجہ سے کمرے میں جس بھی زیادہ تھا۔ وہ باہر برآمدے میں آکر بیٹھ گئی۔ وہاں پر نیم اندھیرا تھا تھا۔ وہ کافی دیر تک وہ بیٹھی روتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد مراد سی نیچے اترتا تو دیکھا کہ ایمان بیٹھی آنسو بہا رہی ہے۔ چاندنی میں اس کا چہرہ واضح تھا۔ مراد کو صبح والا واقعہ یاد آیا۔ اسے ایمان کا بہت دکھ ہو رہا تھا۔ پسند تو وہ خود بھی جلال احمد اور حیدر کو نہیں کرتا۔ کیونکہ حیدر کے ہاتھوں اس کا چچا زاد بھائی مرا تھا۔ لیکن پھر بھی اس سب میں ایمان کا قصور نہیں تھا۔ کیوں ہر جگہ عورت ہی دکھ اٹھاتی ہے مراد نے دل میں سوچا۔

کوئی بھی عورت کامالک نہیں کہ اسے ونی میں دے دے۔ عورت کامالک صرف اس کا خدا ہے۔ کبھی باپ کی پگڑی بچانے کے لئے قربانی دیتی ہے۔ کبھی بھائی کی جان بچانے کے لئے قربانی دیتی ہے۔ اور جہاں جاتی ہے وہاں رسوائی ان کا مقدر ہے۔ یہ کیسی محبت ہے شاہ میر تمہاری اپنی بیوی سے؟ کیا اس سے تم محبت کہتے ہو؟ محبت کی پہلی شرط عزت ہوتی ہے۔۔۔ اگر عزت نہیں تو پھر محبت بھی نہیں۔ عزت کے بغیر طوائف سے محبت کی جاتی ہے۔ لیکن ایک طوائف بھی عزت کی طلب گار ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان ہوتی

ہے۔ کاش شاہ میر تمہیں سمجھ آجائے کہ عورت صرف عزت چاہتی ہے۔ محبت، خیال، پیسہ، ضروریات، آسائشیں سب کچھ اس کے بعد ہی آتا ہے۔۔۔ عورت کی پہلی ترجیح عزت ہوتی ہے مراد ایمان کو دیکھ کر سوچ رہا تھا۔

شاہ میر ابھی تک گھر نہیں آیا کیا؟ مراد کی آواز سن کر ایمان ایک پل کو اچھل پڑی۔ اس نے نوٹ ہی نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے سامنے کھڑا ہے وہ اپنے خیالوں میں اس قدر کھوئی ہوئی تھی کہ مراد کی موجودگی محسوس ہی نہیں کر سکی۔

نہیں وہ ابھی تک گھر نہیں آئے ایمان نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

مراد واپس جانے لگا۔ پھر کچھ سوچ کر پلٹا۔ اور ایمان کی طرف دیکھا۔

پریشان مت ہوں۔ اللہ سے اچھی امید رکھیں۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا مراد نے اسے دلاسہ دینے کے لیے کہا۔

ایمان نے نظر اٹھا کر مراد کو دیکھا۔

میں فون کر کے بلاؤں کیا شاہ میر کو؟ اگر آپ کو اکیلے ڈر لگ رہا ہے تو؟ مراد نے موبائل اپنی جیب سے نکالتے ہوئے کہا۔

ایمان نے اثبات میں سر ہلایا۔

مراد نے میں نے شاہ میر کا نمبر ڈائل کیا یا تیسری رنگ پر اس نے فون اٹھایا۔

رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔ گاؤں کے کتے بھی سو گئے ہیں اس وقت۔ لگتا ہے تیرے دوست ابھی تک جاگ رہے ہیں۔۔۔ مراد نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

گھر میں کسی کو میری پرواہ نہیں ہے۔ تو مجھے بھی کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ میری بیوی کو مجھ سے زیادہ اپنا باپ پیارا ہے۔ میری بہنوں کو تو پیارا ہے۔ میری ماں کو اپنا مارا ہوا بیٹا۔ میری فکر کسی کو نہیں ہے تو پھر میں وہاں کیوں آؤں؟ شاہ میر نے آگے سے کہا۔

دو منٹ کے اندر اندر گھر آؤ شرافت سے۔۔۔ ورنہ تم مجھے جانتے ہو مراد نے دھمکی دی اور فون کاٹ دیا۔ تھوڑی دیر بعد شاہ میر گھر آیا۔ دیکھا تو ایمان بیٹھی ہوئی ہے اور مراد سامنے کھڑا ہے۔ معافی مانگ ان سے۔۔۔ مراد نے کہا۔

مرادے۔۔۔ معافی تو آج تک شاہ میر نے اپنے باپ سے نہیں مانگی۔ شاہ میر نے مراد کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ مجھ سے تو تم کئی بار معافیاں مانگ چکا ہے۔ مراد نے یاد دلایا۔

تجھ سے حساب نہیں۔۔۔ بچپن کا سا تھا ہے تو مرادے شاہ میر کہہ کر کمرے میں جانے لگا۔ اور یہ تیری زندگی بھر کی ساتھی ہیں مراد نے پیچھے سے آواز لگائی تو وہ پلٹا۔

اس کو مجھ سے زیادہ اپنے باپ سے پیارا ہے۔۔۔ بس بات ختم شاہ میر نے کہا اور کمرے میں چلا گیا۔

مراد نے دیکھا ایمان کی آنکھ سے چھلکا پڑی تھی۔ وہ آنسو پونچھتے ہوئے پھر سے اپنے پرانے کمرے میں چلی گئی اور دروازہ بند کر لیا۔ وہ جانتی تھی کہ اب شاہ میر پھر سے اس سے بات نہیں کرنے والا۔ ایمان صبح جھاڑو دے کر فارغ ہوئی تو سکیکنہ کا بیٹا ضمیر اندر داخل ہوا۔

ایمان بھا بھی آپ کے ابو آپ سے ملنے آئے ہیں ضمیر نے آتے ہی اعلان کیا۔ ایمان حیران ہو گئی۔ ایک نے مہینوں میں پہلی بار تھا جب اس کے والد جلال اس سے ملنے آئے تھے۔ ضمیر کے پیچھے ہیں جلال احمد داخل ہوئے۔ شاہ میر بھی گھر پر ہی تھا۔

ایمان ایک دم سے بھاگ کر اپنے باپ سے لپٹ گئی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ شاہ میر آگے بڑھا اور اس نے ایمان کو جلال احمد سے الگ کیا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر آنے کی؟ شاہ میر نے اُن کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔ میں اپنی بیٹی سے ملنے آیا ہوں جلال احمد نے کہا۔

شاہ میر چھوڑ دیں یہ میرے ابو نے آپ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتے ہیں ایمان نے اپنے باپ کو چھڑاتے ہوئے کہا۔

تم چپ کرو۔ تم ونی میں آئی ہو۔ اور منی میں آئی ہوئی لڑکی کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے ماں باپ اور اپنا میکا چھوڑ کر آجاتی ہے۔ تم ناکسی کی بیٹی ہوں نہ کسی کی بہن اب۔ تم صرف شاہ میر کی بیوی ہوں اور بس

شامی نے شہادت کی انگلی وار ننگ دینے والے انداز میں اوپر کر کے ایمان کو دکھائی اور کہا۔ اور پھر سے جلال احمد پر حملہ کر دیا۔

مراد چھت سے سارا تماشا دیکھ رہا تھا وہ نیچے آیا۔

ایمان نے اپنے والد کو پھر چھڑانے کی کوشش کی تو شاہ میر نے اسے دھکا دیا اور وہ دور جا کر گری۔ شاہ میر کیوں تماشا کر رہے ہو؟ مراد نے جلال احمد کا گریبان چھڑاتے ہوئے کہا۔ اور شاہ میر کو قابو کرنے کی کوشش کی۔ ایمان اور کھڑی ہوئی اور وہ روتی جا رہی تھی۔

ان لوگوں نے میرے بھائی کا قتل کیا ہے میں انہیں اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔ ابو آپ یہاں سے چلے جائیں پلیز میں آپ کی مزید تذلیل برداشت نہیں کر سکتی ایمان نے روتے ہوئے کہا۔

اسی وجہ سے جلال احمد اتنے مہینوں سے ایمان کے پاس نہیں آئے تھے ان کو یہی خوف تھا کہ شاہ میر انہیں جان سے مار دے گا انہیں دیکھ کر آپے سے باہر ہو جائیگا اور وہی ہوا جس کا ان کو ڈر تھا۔ وہ اپنی جان بچا کر وہاں سے چلے گئے ایک آخری نظر ایمان پر ڈالی۔ اور دروازہ عبور کر کے وہاں سے اوجھل ہو گئے۔

تم کیوں رو رہی ہو؟ بند کرو یہ رونا دھونا۔ میں نے کہا نہ تمہارا میرے علاوہ کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے اب۔ تم ونی میں آئی ہوں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ منی میں آئی ہوئی لڑکی کا کوئی نہیں ہوتا سوائے اس کے



شوہر کے شاہ میر نے اب ایمان کو شانوں سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ ایمان کا رونا مزید تیز ہو گیا تھا۔ وہ سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔

کوئی انسانیت ہے یا نہیں تمہارے اندر؟ مراد نے اسے بازوؤں سے پکڑتے ہوئے کہا۔  
ان لوگوں کے اندر کوئی انسانیت تھی؟ میرے بھائی کو اتنی بے دردی سے مار دیا۔ ان کو دیکھتا ہوں تو میرا خون کھولنے لگتا ہے۔ میرا آج اس کا قتل ہی کر دیتا اگر تم بیچ میں نہ آتے تو شاہ میر نے مراد کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ اس کی آنکھیں غصے سے لال تھیں۔

اس قتل کہ بدلاتم خون بھائی صورت میں لے چکے ہو۔ مراد نے ایمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
وہ سرداروں کا فیصلہ تھا میرا نہیں۔ میرے اندر بدلے کی آگ آج بھی موجود ہے۔ بس حیدر میرے ہاتھ لگ جائے شاہ میر نے کہا۔

اگر تم نے حیدر کو قتل کر دیا تو پھر تمہیں ایمان کو آزاد کرنا پڑے گا مراد نے یاد دلایا۔  
ایمان کو تو میں اب مر کر بھی نہیں چھوڑ سکتا شاہ میر بولا۔ اس بار وہ آرام سے بولا اور چارپائی پر بیٹھ گیا۔  
ان کے سامنے ان کے باپ کو مار سکتا ہے۔۔۔ بار بار ونی میں آئی ہوئی کہہ کر ان کا دل دکھاسکتا ہے۔ ان کو مار سکتا ہے۔ ان کی تذلیل کر سکتا ہے۔ لیکن چھوڑ نہیں سکتا۔۔۔ مراد نے غصے سے کہا اور آخری نظر ایمان پر ڈالتا ہوا واپس اوپر چھت پر چلا گیا

حمیدہ اور حیدر ساتھ برآمدے میں بیٹھے تھے کہ اسے مرکزی دروازے سے جلال احمد آتے دکھائی دیے دیے۔

جلال احمد نے اپنی ٹوپی اتار کر چارپائی پر رکھی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔  
کیا ہوا ہے حیدر کے آباخیر تو ہے؟ حمیدہ نے پریشانی سے۔

کیسے خیر ہو سکتی ہے۔ تمہارے بیٹے کی جان بچانے کے لیے میں نے اپنی بیٹی قربان کر دی۔ اس کے گھر سے ہو کر آ رہا ہوں۔ جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہو رہا ہے میری بیٹی کے ساتھ۔ کس طرح سے شامیر نے اسے دھکا دیا۔ اور وہ دور جا کر گری۔ اس کے سامنے میری تذلیل کی شاہ میر نے۔ اب میں کہاں جاؤں؟ شاہ میر نے خون بہا کے عوض تیس لاکھ روپے مانگے تھے۔ میرے پاس تیس لاکھ ہوتے تو میں دے دیتا۔ مگر اپنی بیٹی نہ دیتا۔ تم دونوں ماں بیٹے کا کیا میری بیٹی کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ پتا نہیں کیا ہو گیا تھا مجھے اس وقت۔ مجھے بس یہی خوف تھا کہ شاہ میر حیدر کو قتل کر دے گا۔ حیدر کو بچانے کے لیے میں نے ایمان کو قربان کر دیا۔ کیسا باپ ہوں میں جلال احمد روتے ہوئے کہتے جا رہے تھے۔

آپ رونا بند کریں آپ نے کچھ غلط نہیں کیا۔ یہ زمانے کا دستور ہے۔ بیٹا ہی سہارا ہوتا ہے بیٹیاں تو ویسے بھی چلی جاتی ہیں۔ ایک نہ ایک دن تو ایمان نے چلے ہی جانا تھا۔ اور اتنے کھاتے پیتے گھر میں گئی ہے وہ۔ آپ بس حیدر کے بارے میں سوچیں۔ بس سوچیں کہ آپ کوئی بیٹی تھی ہی نہیں حمیدہ نے بات بنانے کی کوشش۔ وہ ہر طرح سے اپنا اور حیدر کا دفاع کر رہی تھی۔

میں اس کی حالت دیکھ کر آیا ہوں۔ مجھے کسی نے خبر دی تھی کہ شاہ میر کا بہت خیال رکھتا ہے۔ یہی سوچ کر میں وہاں گیا۔ کہ وہ خوش ہوگی جلال احمد نے کہا۔

آپ کو دیکھ کر شاہ میر کو غصہ آگیا ہوگا۔ آپ کو وہاں نہیں جانا چاہیے تھا۔ حمیدہ نے سمجھایا۔  
تم تو سوتیلی ماں ہو۔ آخر تم نے ثابت کر دیا کہ تم سوتیلی ہی ہو۔ ایمان کی جگہ پر تمہاری اپنی بیٹی ہوتی تو کیا پھر بھی تو یہی کرتی؟ جلال احمد نے پوچھا۔

تو آپ نے کون سا سگ باپ ہونے کا فرض ادا کیا ہے؟ آپ نے بھی تو بیٹے کو بچا کر بیٹی قربان کر دی۔ اب رونے دھونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس وقت سوچنا چاہیے تھا۔ سانپ نکل گیا اب لیکر پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اور زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ ہر لڑکی کو سسرال میں یہی سب سے نہ پڑتا ہے۔ مجھے موضوع الزام مت ٹھہرائیں حمیدہ کہتی ہوئی غصے سے پاؤں پٹختی اندر چلی گئی۔  
جلال احمد اب خونخوار نظروں سے حیدر کو دیکھ رہے تھے۔

ابا میری طرف ایسے نہ دیکھ۔ یہ فیصلہ خالص تیرا اپنا تھا۔ اتنا ہی پیارا تھا بیٹی سے تو زمین بیچ کر پیسے دے دیتا۔ لیکن تجھے تو پیسہ پیارا تھا حیدر بھی کہتا ہوا باہر نکل گیا۔  
جلال احمد در سے رونے لگے۔

ایمان سارا دن روتی رہی۔ شاہ میر بھی غصے سے گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ رات ہوگی لیکن وہ واپس نہیں آیا۔ یہاں تک کہ سب گھر والے سو گئے۔ ایمان کو رہ کر اپنے بوڑھے باپ کا چہرہ یاد آ رہا تھا۔ اس چہرے پر بے بس

یاد آرہی تھی۔ شاہ میر نے کیسے ان کا گریبان پکڑا وہ یاد آرہا تھا۔ جتنا ایمان سوچتی جا رہی تھی اتنا ہی اس کا دل کٹتا جا رہا تھا۔ اسے نیند بھی نہیں آرہی تھی۔

شاہ میر گھر نہیں آیا تھا لیکن اسے شاہ میر کی فکر نہیں تھی اس وقت۔ اس وقت صرف اسے اپنے والد کی فکر تھی۔ ایک بیٹی کے دل پر کیا گزرتی ہے جب اسے ایک بوڑھے باپ کا گریبان اس کے سامنے پکڑا جائے۔ جھلا نکہ باپ نے بھی باپ ہونے کا ثبوت ادا نہیں کیا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے باپ سے نفرت نہیں کر سکتی تھی۔ ایک بیٹی کیلئے اپنے باپ سے نفرت کرنا ایک ناممکن سی بات ہے۔

اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ گرمی کی وجہ سے کمرے میں جس بھی زیادہ تھا۔ وہ باہر برآمدے میں آکر بیٹھ گئی۔ وہاں پر نیم اندھیرا تھا تھا۔ وہ کافی دیر تک وہ بیٹھی روتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد مراد سی نیچے اترتا تو دیکھا کہ ایمان بیٹھی آنسو بہا رہی ہے۔ چاندنی میں اس کا چہرہ واضح تھا۔ مراد کو صبح والا واقعہ یاد آیا۔ اسے ایمان کا بہت دکھ ہو رہا تھا۔ پسند تو وہ خود بھی جلال احمد اور حیدر کو نہیں کرتا۔ کیونکہ حیدر کے ہاتھوں اس کا چچا زاد بھائی مرا تھا۔ لیکن پھر بھی اس سب میں ایمان کا قصور نہیں تھا۔ کیوں ہر جگہ عورت ہی دکھ اٹھاتی ہے مراد نے دل میں سوچا۔

کوئی بھی عورت کا مالک نہیں کہ اسے ونی میں دے دے۔ عورت کا مالک صرف اس کا خدا ہے۔ کبھی باپ کی پگڑی بچانے کے لئے قربانی دیتی ہے۔ کبھی بھائی کی جان بچانے کے لئے قربانی دیتی ہے۔ اور جہاں جاتی ہے وہاں رسوائی ان کا مقدر ہے۔ یہ کیسی محبت ہے شاہ میر تمہاری اپنی بیوی سے؟ کیا اس سے تم محبت کہتے

ہو؟ محبت کی پہلی شرط عزت ہوتی ہے۔۔۔ اگر عزت نہیں تو پھر محبت بھی نہیں۔ عزت کے بغیر طوائف سے محبت کی جاتی ہے۔ لیکن ایک طوائف بھی عزت کی طلب گار ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان ہوتی ہے۔ کاش شاہ میر تمہیں سمجھ آجائے کہ عورت صرف عزت چاہتی ہے۔ محبت، خیال، پیسہ، ضروریات، آسائشیں سب کچھ اس کے بعد ہی آتا ہے۔۔۔ عورت کی پہلی ترجیح عزت ہوتی ہے مراد ایمان کو دیکھ کر سوچ رہا تھا۔

شاہ میر ابھی تک گھر نہیں آیا کیا؟ مراد کی آواز سن کر ایمان ایک پل کو اچھل پڑی۔ اس نے نوٹ ہی نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے سامنے کھڑا ہے وہ اپنے خیالوں میں اس قدر کھوئی ہوئی تھی کہ مراد کی موجودگی محسوس ہی نہیں کر سکی۔

نہیں وہ ابھی تک گھر نہیں آئے ایمان نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

مراد واپس جانے لگا۔ پھر کچھ سوچ کر پلٹا۔ اور ایمان کی طرف دیکھا۔

پریشان مت ہوں۔ اللہ سے اچھی امید رکھیں۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا مراد نے اسے دلاسہ دینے کے لیے کہا۔

ایمان نے نظر اٹھا کر مراد کو دیکھا۔

میں فون کر کے بلاؤں کیا شاہ میر کو؟ اگر آپ کو اکیلے ڈر لگ رہا ہے تو؟ مراد نے موبائل اپنی جیب سے نکالتے ہوئے کہا

نکالتے ہوئے کہا

ایمان نے اثبات میں سر ہلایا۔

مراد نے میں نے شاہ میر کا نمبر ڈائل کیا یا تیسری رنگ پر اس نے فون اٹھایا۔

رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔ گاؤں کے کتے بھی سو گئے ہیں اس وقت۔ لگتا ہے تیرے دوست ابھی تک جاگ رہے ہیں۔۔۔ مراد نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

گھر میں کسی کو میری پرواہ نہیں ہے۔ تو مجھے بھی کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ میری بیوی کو مجھ سے زیادہ اپنا باپ پیارا ہے۔ میری بہنوں کو تو پیارا ہے۔ میری ماں کو اپنا مارا ہوا بیٹا۔ میری فکر کسی کو نہیں ہے تو پھر میں وہاں کیوں آؤں؟ شاہ میر نے آگے سے کہا۔

دو منٹ کے اندر اندر گھر آؤ شرافت سے۔۔۔ ورنہ تم مجھے جانتے ہو مراد نے دھمکی دی اور فون کاٹ دیا۔  
تھوڑی دیر بعد شاہ میر گھر آیا۔ دیکھا تو ایمان بیٹھی ہوئی ہے اور مراد سامنے کھڑا ہے۔  
معافی مانگ ان سے۔۔۔ مراد نے کہا۔

مرادے۔۔۔ معافی تو آج تک شاہ میر نے اپنے باپ سے نہیں مانگی۔ شاہ میر نے مراد کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

مجھ سے تو تم کئی بار معافیاں مانگ چکا ہے۔ مراد نے یاد دلایا۔

تجھ سے حساب نہیں۔۔۔ بچپن کا سا تھا ہے تو مرادے شاہ میر کہہ کر کمرے میں جانے لگا۔

اور یہ تیری زندگی بھر کی سا تھی ہیں مراد نے پیچھے سے آواز لگائی تو وہ پلٹا۔



اس کو مجھ سے زیادہ اپنے باپ سے پیار ہے۔۔۔ بس بات ختم شاہ میر نے کہا اور کمرے میں چلا گیا۔  
مراد نے دیکھا ایمان کی آنکھ سے جھلکا پڑی تھی۔ وہ آنسو پونچھتے ہوئے پھر سے اپنے پرانے کمرے میں چلی  
گئی اور دروازہ بند کر لیا۔ وہ جانتی تھی کہ اب شاہ میر پھر سے اس سے بات نہیں کرنے والا۔۔۔

کچھ دن یوں ہی گزر گئے شاہ میر نے ایمان سے بات چیت بند کر رکھی تھی۔ پھر ایک دن اس نے اسے کمرے  
میں بلا کر پوچھا۔

مجھ سے محبت کرتی ہو یا اپنے باپ سے؟ شاہ میر نے اُسکی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔  
آپ سے۔۔ ایمان بولی۔ اور کیا بولتی۔ باپ کا نام لیتی تو شاہ میر آپ سے باہر ہو جاتا۔ پھر ہنگامہ ہوتا۔ رہنا  
تو اسے شاہ میر کے ساتھ ہی تھا۔

پھر اس کے لیے میرے ساتھ جھگڑا کیوں کیا؟ شاہ میر نے پوچھا۔  
غلطی ہو گئی ایمان نے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا۔ اسے اپنی بے بسی پر رونا آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں  
کے سامنے پھر سے جلال احمد کا چہرہ آ گیا۔ پھر اس نے شاہ میر کی طرف دیکھا۔ باپ کا پلڑا بھاری تھا۔ حالانکہ  
اس باپ نے اس کے ساتھ نا انصافی کی تھی۔ لیکن پھر بھی خونی رشتہ تھا۔ اور نکاح کا رشتہ عزت احترام اور  
محبت سے بنتا ہے۔ شاہ میر کی طرف سے ہمیشہ ہی اسے پریشانی ہی سہنی پڑی تھی تیز لیل سہنی پڑی تھی مار  
سہنی پڑی تھی۔ جو محبت ملی وہ بھی مطلب کے لیے تھی۔

بہت اچھی بات ہے تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا شاہ میر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھایا اور بولا۔  
ایک بیوی کے لئے سب کچھ اس کا شوہر ہونا چاہیے شاہ میر نے کہا۔

پھر سے زندگی روٹین میں آگئی تھی۔ سب کچھ نارمل چل رہا تھا۔ کچھ عرصہ تو شاہ میر ایمان کے آگے پیچھے گھومتا رہا۔ پھر ایمان نے محسوس کیا کہ وہ زیادہ وقت پھر سے گھر سے باہر گزارنے لگا ہے۔ ایمان اس سے کوئی بات کرتی تو وہ روکھا سا جواب دے دیتا تھا۔ اس کے رویے میں واضح بدلاؤ محسوس کر رہی تھی وہ۔ ایسا کیوں ہو رہا تھا اسی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

کھانا لاؤں آپ کے لیے؟ شام کو شاہ میر گھر آیا تو ایمان نے اس سے پوچھا۔

سکون سے گھر میں داخل تو ہو لینے دیا کرو۔ تھوڑا بیٹھنے دیا کرو۔ سانس لینے دیا کرو۔ جب بھی گھر آتا ہوں ایک سوال کرتی ہو یہ کھائیں گے؟ وہ کھائیں گے؟ چائے لاؤں؟ میں بیزار ہو گیا ہوں ان باتوں سے۔ شاہ میر نے بے زاری سے کہا اور چارپائی پر لیٹ گیا ایمان دیکھتی رہ گئی۔

پھر یہ روز کا معمول بن گیا۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس پر غصہ کرنے لگا جن باتوں میں غصہ کرنے والی کوئی بات نہیں ہوتی تھی نارمل باتیں ہوتی تھیں ان میں بھی غصہ کرتا تھا۔ ایمان کا دل بوجھ جاتا تھا۔  
دن کو تو باہر ہوتا ہی تھا اب رات بھی وہ باہر ہی گزارتا تھا اکثر۔ رات دیر سے گھر آتا تھا جب ایمان سو چکی ہوتی تھی۔

ایک دن وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ سکیںہ آگئی۔

ایمان مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے سکیئنہ رازداری والے انداز میں کہا تو ایمان تھوڑا پریشان ہوئی۔

کیا بات ہے چاچی؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔ آپ کیا بات کرنے والی ہیں؟ ایمان سنبھل کر بیٹھ گئی اور پریشانی سے بولی۔

مجھے باہر کسی عورت نے بتایا ہے کہ تمہارے شوہر کا کسی دوسری عورت کے ساتھ چکر چل رہا ہے سکیئنہ نے دبی دبی آواز میں بتایا وہ بار بار دروازے کی طرف دیکھتی جا رہی تھی کہ کہیں شاہ میر آنا جائے اگر اس نے سن لیا تو وہ سکیئنہ کا حشر کر دے گارشتے کا لحاظ کیے بغیر۔

ایمان کا دل ڈوب گیا وہ گہری سوچ میں چلی گئی۔ اب اسے سمجھ آ گیا تھا کہ شاہ میر کا رویہ اس کے ساتھ روکھا روکھا سا کیوں ہے۔۔۔

آپ سچ بول رہی ہیں؟ کیا یہ خبر سچی ہے؟ ایمان نے پوچھا۔  
ہاں ہاں سچی خبر ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ کسی بھی روزہ کے کسی پیر بابا کے پاس چلو اور ابھی سے بندوبست کرو۔ ورنہ تمہارا شوہر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ کیسے فدا تھا تم پر دیکھو تم سے باتیں نہیں کرتا ہے سکیئنہ نے مشورہ دیا۔

لیکن مجھے ان سب چیزوں پر یقین نہیں ہے۔ تعویذ گنڈے پر ایمان بولی۔  
یقین کرنا پڑتا ہے سکیئنہ بولی۔

میں تمہیں ایک بات صاف صاف بتا دوں۔ یہ سب لوگ ایسے ہی ہیں۔ امیر بھی اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے جیسا ہی ہے۔ اس نے تم سے دل بہلانہ تھا تم سے دل بہلا لیا۔ اب اس کا دل تم سے بھر گیا ہے۔ اب وہ واپس نہیں آنے والا جب تک تم تعویز گنڈے نہ کرو۔ گاؤں کی ہر عورت ان حالت میں یہی کرتی ہے سکیںہ نے بتایا۔

گاؤں کی ہر عورت ان حالات میں دعا کیوں نہیں کرتی ہے چاچی وہ تہجد کیوں نہیں پڑھتی ہیں؟ قرآن کیوں نہیں پڑھتی ہیں؟ اللہ کو یاد کیوں نہیں کرتی ہیں؟ مصیبت پڑنے پر ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ کو یاد کریں اور یہ عورتیں سیدھا پیر بابا کو یاد کر کے ان کے پاس چلی جاتی ہیں۔ ایمان نے افسوس سے کہا۔ دیکھو ایمان میں ایک بابا کو جانتی ہوں سکیںہ نے ایمان کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں ساتھ چلیں گے۔ مجھے بھی اپنے بیٹے کے لیے لینا ہے تعویز کہ اس کا دل پڑھائی میں لگ جائے سکیںہ کو اپنا مطلب تھا۔

نہیں چاچی رہنے دیں۔ بس زندگی گزر ہی جائیگی ایمان بولی۔

ارے تم نہیں جانتی ہوں ان باہر کی عورتوں کو یہ بہت خبیث عورتیں ہوتی ہیں۔ بیویوں کا پتا کٹوا دیتی ہیں ان کو گھر سے نکلوا آتی ہیں سکیںہ نے اسے ڈرایا۔ ایمان سوچ میں پڑ گئی۔

نہیں چاچی شاہ میر کو پتہ چل گیا تو مجھے جان سے مار دے گا میرا گھر سے نکلنا ممکن ہے۔ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتی۔ پہلے ہی زندگی عذاب بنی ہوئی ہے۔ ایسا کام کروں گی تو پھنس جاؤں گی ایمان ڈر گئی۔

جیسے تمہاری مرضی میں تو تمہارے ساتھ مخلص ہوں۔ تمہارا بھلا چاہتی ہوں۔ میں دیکھ رہی ہوں تمہارا شوہر تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ تمہاری ساس ضرور اس کی دوسری شادی کروانے کے چکر میں ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ ساجدہ نے ہے شاہ میر پر تعویذ کروائے ہیں تاکہ وہ تمہیں چھوڑ دے سکیں نہ چسکا لیتے ہوئے کہا۔

ایمان پریشان ہو گئی۔

میرا سیاہ والا سوٹ استری کر دو شاہ میر نے ایمان سے کہا جب وہ دوپہر کا کھانا کھا رہی تھی۔

وہ تو دھلا ہوا نہیں ہے میں کوئی اور استری کر دوں؟ ایمان نے کہا

کیا مطلب دھلا ہوا نہیں ہے؟ مجھے آج ہر حال میں وہ پہن کر جانا ہے شہر کام سے جا رہا ہوں شاہ میر نے چلاتے ہوئے کہا۔ سب گھر والے کھانا کھا رہے تھے۔

اچھا میں ابھی دھو کر استری کر دیتی ہوں ایمان نے کھانا آدھے نے چھوڑ دیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

جلدی جلدی ہاتھ جلاؤں شام تک مجھے جوڑا استری چاہیے شاہ میر کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

مراد نے دیکھا ایمان نے کھانا آدھے میں چھوڑ دیا تھا اسے دکھ ہوا۔

پھر مراد بھی باہر چلا گیا۔

شام سے تھوڑی دیر پہلے مراد گھر آیا۔ وہ چھت کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک ایمان کے کمرے سے اس کی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔ وہ تھوڑا پریشان ہوا۔ شاہ میر باہر تھا وہ دیکھ چکا تھا۔ باقی گھر والے سب باہر سیر سپاٹوں میں تھے۔

پہلے اس نے سوچا کہ نظر انداز کر کے چلا جائے۔ پھر اس کا دل نہیں مانا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا اس نے پورا دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔

کیا بات ہے؟ خیر تو ہے آپ کیوں رورہی ہیں؟ مراد نے کہا تو ایمان نے شاہ میر کا سیاہ سوٹ اسے دکھایا جو کہ استری کرتی ہوئی جل چکا تھا۔

یہ جوڑا جل گیا ہے مجھ سے اور تھوڑی دیر بعد ان کو یہ پہن کر جانا تھا۔ اب وہ گھر آئیں گے اور میری بری حالت کریں گے۔ ایمان روئے جا رہی تھی اپنے دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

مراد نے افسوس سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی پریشانی بجا تھی۔ وہ سمجھ سکتا تھا کہ اس بات پر شاہ میر کتنا غصہ کرے گا۔

مراد تھوڑی دیر وہاں کھڑا رہا اور پھر اپنے کمرے میں آگیا۔ اپنی الماری سے ہو بہو ویسا ہی سیاہ رنگ کا سوٹ نکالا۔ جو کہ پہلے سے استری کر کے رکھا ہوا تھا۔ وہ پھر سے ایمان کے کمرے میں آگیا اور سوٹ اس کے سامنے رکھا۔



میرا اور شاہ میر کا ناپ ایک ہی ہے۔ ہم دونوں نے ایک ساتھ ہی یہ سوٹ لیے تھے۔ ان دونوں جوڑوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شاہ میر آئے تو آپ میرا یہ سوٹ اسے دے دیں۔ اور اسے یہ مت بتائے گا کہ یہ سوٹ میرا ہے۔ اگر اسے معلوم ہوا کہ آپ نے اس کا جوڑا جلا دیا ہے تو وہ غصہ کرے گا مراد کہتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

ایمان جوڑا دیکھا وہ بالکل ویسا ہی جوڑا تھا۔ ایمان کی جان میں جان آئی۔ اس نے جلا ہوا سوٹ چھپا دیا۔ تھوڑی دیر بعد شاہ میر گھر آیا۔

سوٹ تیار ہے؟ اس نے پوچھا۔ ایمان نے ڈرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور جوڑا اس کے سامنے رکھا۔ شاہ میر لباس تبدیل کر کے تیار ہوا اور باہر چلا گیا۔

تیرا شوہر کسی کام سے باہر نہیں گیا ہے وہ ضرور اس عورت کے پاس گیا ہے شاہ میر کے جانے کے بعد سکیڈ نے ایمان سے کہا۔

آپ صحیح کہہ رہی ہیں۔ میں سمجھ گئی تھی ایمان نے کہا۔

یہ مرغی ہے۔ میرے دوست آرہے ہیں اسے جلدی سے تیار کر دو۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر۔ شاہ میر نے مرغی والا شاہ پر اسی پکڑاتے ہوئے کہا اور چلا گیا۔

ایمان نے لکڑیاں اکٹھا کی سالن بنانے کے لیے۔

پھر باقی کا سامان چولہے کے سامنے اکٹھا کیا۔ اور نلکے سے پانی بھرنے چلی گئی۔ واپس آئی تو دیکھا کہ کتا وہ  
 شاہ پر لے کر بھاگ رہا ہے ایمان اس کے پیچھے بھاگی لیکن کتا مرغی والا شاہ پر لے کر بھاگ چکا تھا۔  
 ایمان کی حالت غیر ہو گئی۔ اگر شاہ میر کو پتہ چلا تو وہ اس کا حشر کر دے۔ وہ رونے جیسی ہو گئی۔ دوپہر کا وقت  
 تھا۔ گرمی تھی اور ہو کا عالم تھا گھر میں۔ گھر کے کچھ افراد باہر تھے تو کچھ سو رہے تھے۔ ایمان کو کچھ سمجھ نہیں  
 آیا کہ وہ کیا کرے۔ اس کے پاس پیسے بھی نہیں تھے مرغی منگوانی جلدی میں۔۔ اور نہ ہی تو کوئی اسے لا کر  
 دیتا ہے۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی کہ اب کیا کرے۔

اچانک اس سے مراد یاد آیا۔۔ وہ ایک دم سے مراد کے کمرے کی جانب بھاگی اور زور سے دروازہ بجایا۔ مراد  
 جوا بھی ابھی سونے کی تیاری کر رہا تھا کیلولہ کیلئے۔ اس طرح دروازہ بجنے پر حیران ہو گیا۔  
 اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا سامنے ایمان کھڑی ہوئی ہے۔ وہ حواس باختہ لگ رہی تھی۔  
 خیریت؟ مراد نے پریشانی سے پوچھا۔

وہ۔۔ وہ۔۔ کتا مرغی لے گیا ایمان معصوم سی شکل بنا کر کہا۔

کتا مرغی لے گیا؟؟؟ بات سمجھ نہیں آئی مرد کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

شاہ میر کے دوست آئے تھے ان کے لیے کھانا بنانا تھا۔ وہ مرغی لے کر آئے اور مجھے کہا کہ ایک گھنٹے کے  
 اندر سالن تیار کرو۔ میں پانی بھرنے گئی تو پیچھے سے کتا مرغی لے اڑا۔۔ ایمان اب رو دینے کو تھی۔

تو اس میں اتنا پریشانی والی کونسی بات ہے؟ مراد نے کہا۔۔۔ پھر خود ہی مراد کو یاد آیا کہ شاہ میر غصہ کرے گا۔

پلیز آپ مجھے کہیں سے بھی مرغی لا کے دے جلدی میں۔ ورنہ میں مرجاؤں گی ایمان اب رونے لگی۔  
اچھا اچھا۔۔۔ آپ رونا بند کریں مراد نے کے کر اپنی جیب سے موبائل نکالا۔ اور ایک نمبر ڈائل کیا۔  
ہاں صدام۔۔۔ جلدی سے ایک مرغی لاؤ میرے گھر فوراً۔ مہمان آتے ہیں مراد کسی کو فون پر ہدایت دے رہا تھا۔ پھر اس نے فون کاٹ دیا۔

آرہی ہے مرغی مراد نے کہا اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایمان پریشان تھی لیکن مراد کو ہنسی آ رہی تھی اس کی حالت دیکھ کر۔ اس نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کنٹرول کی۔ ایمان چولہے کی طرف آئی۔  
مردابی تک دروازے کی چوکھٹ پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ پھر باہر آیا۔۔۔ تاکہ جس کو مرغی کا کہا تھا اس سے لے لے۔۔۔ وہ اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لئے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا رہا تھا۔  
ایمان دیکھ رہ تھی کہ مراد اس کی حالت پر مسکرا رہا ہے۔ لیکن فی الحال اسے غصہ نہیں آ رہا تھا بلکہ وہ پریشان تھی۔ تھوڑی دیر میں صدام مری لے کر حاضر ہو گیا۔

یہ لیں مرغی مراد مرغی اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔  
وہ اتنی پریشان تھی کہ شکریہ کہنا بھی بھول گئی۔ اس نے مرغی لی اور فٹاٹ چلانے لگی۔ اور جلدی میں سالن تیار کر دیا۔

ایک گھنٹے بعد شاہ میر کھانا لینے آیا تو سالن تیار تھا۔  
ایمان کی جان میں جان آئی۔۔۔

ایک رات ایمان کی طبیعت خراب تھی۔ سردرد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس نے کمرے میں سے سردی گولی تلاش کی لیکن اسے نہیں ملی۔ پھر اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا تھا کہ سکیں سے سردرد کی گولی مانگ سکے۔ وہ چاہتی تھی شاہ میر کی نیند خراب نہ ہو۔

وہ جانتی تھی سکیں بھی اس وقت سو رہی ہوگی۔ اس نے دیکھا سکیں نے دروازے میں کنڈی لگا رکھی ہے۔ وہ مایوس ہو کر واپس جانے لگی۔ پھر اسے پیاس محسوس ہوئی تو وہ پانی پینے کی غرض سے باہر مٹکے تک آئی۔ مٹکے سے پانی بھر اور چارپائی پر بیٹھ کر آرام سے پینے لگی۔

ساجدہ کی اچانک آنکھ کھل گئی۔ اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا تو دیکھا آدھی رات کو ایمان باہر کھڑی ہوئی ہے۔

اسی پل میں کوئی چور دیوار کو دکر گھر میں داخل ہوا۔ وہ شاید چوری کی نیت سے کسی اور گھر میں جا رہا تھا لیکن بھول میں یہاں آگیا۔ جیسے ہی اس نے دیوار پھلانگی آواز سن کر ایمان نے چونک کر دیکھا تو در دیوار کے کوئی کھڑا ہوا تھا۔ ساجدہ کی نظر بھی اس چور تک گئی۔

کون ہے؟؟؟ کون ہے؟؟؟ ساجدہ نے زور زور سے چلانا شروع کیا تو چور بھاگ گیا۔ ساجدہ ایک دم سے باہر نکلی۔

شاہ میر اور مرید بھی ساجدہ کی چٹخیں سن کر باہر آئے۔

کیا ہوا اماں؟ اور ایمان تم اتنی رات کو باہر کیا کر رہی ہو؟ شاہ میر نے پوچھا تو ایمان کو اپنے پیروں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔

ایمان کو اپنے پیروں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

کیا ہوا ہے چاچی آپ چیخ کیوں رہی تھیں؟ مراد نے پوچھا۔

میں نے دیکھا کوئی آدمی دیوار پھلانگ کر آیا ہے ساجدہ نے بتایا۔

تم بتاؤ ایمان تم ادھی رات کو یہاں باہر کیا کر رہی تھیں؟ شاہ میر نے غصے سے کہا۔

ابھی بھا بھی کی تفتیش چھوڑو اور چور کو تلاش کرو۔ مراد میں غصے سے کہا اور اندر سے پستول لے کر آیا۔ شاہ

میر نے بھی اپنا پستول اٹھایا اور گھر کے چاروں اطراف کی تلاشی دینے لگے۔

یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے مراد نے کہا۔

میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ساجدہ بولی۔

کہیں تم نے تو کسی کو نہیں بلایا ایمان؟ شاہ میر نے غصے سے پوچھا۔

یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ میں ایسا کیوں کروں گی میں تو پانی پینے آئی تھی ایمان نے ڈرتے ہوئے

کہا۔

شاہ میر تمیز سے بات کرو ہمیشہ ہی گھٹیا باتیں کرتے ہو مجھے تمہاری یہ عادت بالکل بھی پسند نہیں ہے ذرا لحاظ نہیں ہے تم میں مراد نے غصے سے کہا۔

سوچنے والی بات ہے مراد ہے یہ کیوں آدھی رات کو باہر کھڑی تھی اور اسی وقت کیوں کوئی دیوار پھلانگ کر آیا وہ تو میں نے چیخ ماری تو وہ بھاگ گیا ہو سکتا ہے شاہ میر سچ کہہ رہا ہو ساجدہ بولی۔

مجھے پیاس لگی تھی میں بس پانی پینے آئی تھی۔ اور میں کس کو بلاؤں گی میں نے تو آج تک گھر سے باہر قدم نہیں نکالا گاؤں میں کوئی مجھے جانتا بھی نہیں ہے ایمان کہہ کر رونے لگی۔

اس گاؤں میں نہیں جانتا لیکن تمہارے اپنے گاؤں میں تو بہت سارے لڑکے تمہیں جانتے ہوں گے اور سکتا ہے وہاں سے کوئی آیا ہوں تم سے ملنے ساجدہ نے شاہ میر کے شک کو مزید ہوا دی۔

شاہ میر کا غصہ مزید بڑھ گیا اور اس نے ایمان کو مارنا شروع کیا۔

مجھے ہمیشہ سے میرے دوست کہتے تھے کہ تمہاری بیوی بد کردار ہے لیکن میں نے ہمیشہ تمہاری طرفدار کی۔ اپنے دوستوں سے لڑتا رہا۔۔۔ اُن سے بات بند کی ان کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دیا۔ لیکن آج مجھے لگ رہا ہے کہ وہ صحیح کہہ رہے تھے تم واقعی بد کردار ہو شاہ میر اسے لاتوں سے مار رہا تھا۔

مراد نے آگے بڑھ کر شاہ میر کو قابو کیا۔

مراد نے شاہ میر کا جسم تو قابو کر لیا تھا لیکن اس کی زبان کو قابو نہیں کر سکا۔

ایمان میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔۔۔ شاہ میر نے جب تیسری بار بولا تو ایمان سکتے میں چلی گئی۔



یہ کیا کر دیا شاہ میر تم نے؟ ساجدہ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے حیرانی سے کہا۔  
شاہ میر اب ٹڈھال سا چارپائی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا اور لمبی لمبی سانس لے رہا تھا۔  
وہ کمرے میں چلا گیا اور دروازہ زور سے بند کیا۔

ایمان ابھی تک مٹی میں گری ہوئی تھی۔  
مراد افسوس سے اس بیچاری کو دیکھ رہا تھا۔  
ساجدہ کی بھی بولتی بند ہو گئی۔

عجیب سی خاموشی فضا میں پھیل گئی کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا بولے۔  
سیکنہ نے ایمان کو سہارا دے کر اٹھایا اور اسے اپنے کمرے میں لے گئی اور وہاں سلا دیا۔  
صبح ہوتے ہی خبر پھیل گئی کہ دو چور گاؤں میں آئے تھے اور دو بھینسیں چرا کر لے گئے۔ گاؤں والوں کا کہنا  
تھا کہ وہ چور کافی گھروں میں گھومتے رہے بھینسوں کی تلاش میں۔ بلا آخر شکور احمد کے گھر سے بھینسیں  
چوری کر کے لے گئے۔  
www.urdu novels mania.com

اس کا مطلب رات واقعی چور تھے ایمان بے قصور تھی۔ سیکنہ نے کہا۔

کمرے میں ساجدہ سیکنہ مراد اور شاہ میر کی میٹینگ چل رہی تھی۔۔۔ رات ہونے والے واقعات کا صرف ان  
کو پتا تھا باقی گھر والوں کو بتانے سے ساجدہ نے سختی سے منع کیا تھا۔  
سجدہ چاچی ساری غلطی آپ کی ہے آپ نے ہی شاہ میر کے شک کو ہوا دی۔

وئی میں آئی ہوئی لڑکی ہے واپس نہیں کر سکتے۔ سارا گاؤں ہمارا مذاق اڑائے گا ساجدہ بولی۔  
 اور آپ بنا کسی جائز رشتے کے اسے شاہ میر کے ساتھ اس گھر میں بھی نہیں رکھ سکتے اب مراد نے کہا۔  
 شاہ میر کی حالت بری تھی وہ بس غصے سے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھے جا رہا تھا۔ اُسکی آنکھیں سرخ تھیں۔ پچھتاوا  
 ہی پچھتاوا تھا۔

مجھے ایک ترکیب آئی ہے ساجدہ نے سوچ کر بولا۔  
 کیا؟ سکیئنہ بولی۔

ابھی یہ بات ہمارے درمیان ہے۔ گھر کے باقی افراد کو بھی نہیں معلوم یہاں تک کہ عافیہ اور صفیہ کو بھی نہیں  
 معلوم کہ کیا ہوا ہے۔ ہم اس بات کو راز ہی رکھتے ہیں ساجدہ بولیں۔  
 لیکن راز رکھنے سے کیا ہوگا۔ رشتا تو ختم ہو گیا اُسکا اور شاہ میر کا سکیئنہ بولی۔  
 میں اس کا نکاح اپنے چھوٹے بیٹے رشید سے پڑھوا دوں گی ساجدہ کا اتنا کہنا تھا کہ شاہ میر غصے سے اٹھا۔  
 خبردار اماں جو ایسی بات کی۔ میں جان سے مار دوں گا اس کو جس نے میری بیوی سے نکاح کا سوچا بھی شاہ میر  
 نے سرخ آنکھوں کے ساتھ ساجدہ کو دیکھ کر کہا۔  
 وہ اب تمہاری بیوی نہیں ہے سکیئنہ بولی۔

شاہ میر میری پوری بات سن لو پھر غصہ کرو۔ ہم اسے واپس نہیں بھیج سکتے اگر ایسا کریں گے تو بدنامی ہوگی۔ اور بنا کسی جائز رشتے کے اسے یہاں نہیں رکھ سکتے۔ اب ایک یہی راستہ ہے کہ میں اُسکا نکاح رشید۔۔ شاہ میر نے ساجدہ کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔

اماں آگے ایک لفظ مت کہنا۔ میں اپنی بیوی اپنے چھوٹے بھائی کو دے دوں؟ جو ابھی صرف پندرہ سال کا ہے؟ کیا عزت رہ جائیگی میری میرے بھائی کی نظر میں؟ کوئی عقل ہے یا نہیں؟ میں نہیں ہونے دوں گا ایسا کہ میری ہی آنکھوں کے سامنے ایمان میرے بھائی کی بیوی بن کر رہے شاہ میر پھر دھاڑا۔

میں نے کہا نہ میری بات مکمل ہونے دو۔۔ ساجدہ اب کی بار چیخ کر بولی۔

میں اسے رشید کی بیوی نہیں بنا رہی۔ صرف حلالہ کرنے کا کہہ رہی ہوں۔ نکاح کے اگلے دن ہی رشید سے کہیں گے کہ وہ اسے طلاق دے دے۔ پھر دوبارہ اس کا نکاح تم سے۔۔ ساجدہ بولی تو مراد غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

حد ہی ہو گئی۔۔ مراد کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ وہ مزید اُن کی بکو اس نہیں سن سکتا تھا۔

ساجدہ نے مراد کو جاتے ہوئے دیکھا اور پھر اپنی بات جاری کی۔

دیکھو شاہ میر یہی ایک واحد راستہ ہے۔ تم کچھ تو صبر کرو۔ ورنہ تمہیں ایمان کو واپس بھیجنا ہو گا۔۔ اور سارا گاؤں لعنت ملامت کرے گا ہم پر۔ کیا عزت رہ جائیگی؟ ساجدہ نے سمجھایا۔

اب کی بار شاہ میر نے اُسکی بات پر کان دھرے۔

لیکن عدت؟ سکیئنہ بولی۔

عدت اسی گھر میں رازداری کے ساتھ اسے مکمل کرواتے ہیں۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔ اور ایمان کا منہ بھی ہم کی بند کروانا ہوگا۔ عدت پوری ہونے کے بعد اس کا نکاح رشید سے کروا کر حلالہ کرواتے ہیں ساجدہ بولی۔

اماں رشید سے نہیں۔۔۔ ضمیر سے۔۔۔ رشید بڑا ہو گا تو وہ اس بات کو یاد کریگا۔ میں اس سے نظر نہیں ملا پاؤں گا۔ وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ ضمیر بڑا ہے۔ اٹھارہ سال کا ہے۔ سمجھدار ہے۔ اور میں اس کے آگے کم شرمندہ ہو نگا بنسبت رشید کے شاہ میر نے اب آرام سے کہا۔

ہاں ضمیر بھی صحیح ہے۔ بس ایک نکاح ہی تو کرنا ہے۔ رشید نہ سہی ضمیر صحیح۔ ساجدہ نے کہہ کر سکیئنہ کو دیکھا۔ سکیئنہ سوچ میں پڑ گئی۔ اُسکا بیٹا بکرا بن رہا تھا۔ لیکن وہ چپ رہی۔ شاہ میر باہر چلا گیا۔ اب وہ پرسکون تھا کہ اس مسئلے کا کوئی تو حل نکلا۔ وہ اس بات کو اپنی غیرت کے خلاف سمجھ رہا تھا کہ اسکی بیوی کسی اور کے پاس چلی جائے۔

ایمان رات سے بے سدھ کمرے میں پڑی ہوئی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنا سب کچھ ہو گیا ہے وہ تباہ و برباد ہو گئی ہے۔ اس کا شاہ میر کا رشتہ ختم ہو گیا ہے۔ بھلے شاہ میر کی طرف سے اسے کوئی خوشی میسر نہ تھی۔۔۔ لیکن اسے ایک چھت میسر تھی جس میں وہ خود کو محفوظ تصور کرتی تھی۔ اس کے لیے اس گھر کی بہت اہمیت تھی۔ ہزاروں ظلم سہنے کے بعد بھی اسے اس گھر کی قدر تھی۔

وہ سارا دن اسی لئے کام کرتی تھی کیونکہ یہ اس کا اپنا گھر تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ وہ در بدر نہیں ہے۔ اسے ایک چھت میسر ہے جس کے نیچے وہ سکون سے سوتی ہے۔ جس میں وہ محفوظ ہے اپنے شوہر کے ساتھ۔ لیکن آج اس سے یہ تحفظ بھی چھن گیا تھا۔

ایمان جیسی بے سہارا لڑکی سمجھ سکتی تھی کہ ایک گھر ایسی لڑکی کے لیے کتنی بڑی اہمیت رکھتا ہے یہ چار دیواری کتنی عزیز ہوتی ہے اسے۔ جس میں اسے تحفظ کا احساس ہے۔

لیکن پھر اسے اپنے والد کا گھر یاد آیا۔ اب اسے واپس اپنے والد کے گھر جانا تھا۔ وہاں پر بھی سوتیلی ماں کے ظلم و ستم اس کے منتظر تھے۔ وہ ایسی لڑکی تھی جیسے نہ میکے میں سکھ تھا نہ سسرال میں۔۔۔ وہ ہمت کر کے اٹھی اور اس نے اپنا سامان باندھا۔ اور باہر آئی جہاں سکینہ اور ساجدہ بیٹھیں تھیں۔ پاس ہی شاہ میر اور مراد بیٹھے تھے۔

سکینہ چاچی ان سے کہیں کے میرے ابا کو فون کریں کہ مجھے لینے آئیں ایمان نے شاہ میر کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

www.urdu novels mania.com

تم کہیں نہیں جاؤں گی تم ونی میں آئی ہو اور ونی میں آئی ہوئی لڑکی واپس نہیں جاسکتی ساجدہ نے سختی سے کہا۔ لیکن اب میں یہاں بھی نہیں رہ سکتی ہوں آپ خود سوچیں کہ آپ کو خدا کا کوئی خوف نہیں ہے؟ ایمان بولی۔ شاہ میر کا سر جھکا ہوا تھا وہ نیچے زمین کی طرف دیکھتا جا رہا تھا اس کی آنکھیں ابھی بھی غصے سے سرخ تھیں۔ مگر وہ چپ چاپ بیٹھا تھا وہ چاہتا تھا کہ ساجدہ ایمان سے بات کرے شاید وہ ایمان سے نظریں نہی ملا پارہا تھا۔

تم اسی گھر میں عدت گزاروں گی۔ اور عدت کے بعد تمہارا نکاح ہم ضمیر سے پڑھا دیں گے ساجدہ سختی سے بولی۔

اور آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں ایسا کرنے پر راضی ہو جاؤ گی۔؟ ایمان بولی

تمہارا باپ بھی راضی ہو گا شاہ میر ایک دم اٹھ کھڑا ہوا

شاہ میر آرام سے بیٹھ جاؤ مجھے بات کرنے دو ساجدہ نے بیٹے کو آنکھیں دکھائیں اور اٹھ کر اسکے قریب آئی۔ اس کے کان میں سرگوشی کی۔

میں ایسے آرام سے قائل کروں گی تمہارے غصہ پھر سے سب کچھ بگاڑ دے گا بہتر ہے تم چلے جاؤ ابھی یہاں سے ساجدہ نے ہلکی آواز میں اس کے کان میں کہا۔

شاہ میر نے ایک نظر اپنی ماں کو دیکھا پھر کچھ سوچ کر وہاں سے چلا گیا۔

سنو لڑکی اگر تم واپس جانا چاہتی ہو تو پھر ٹھیک ہے اپنے باپ سے کہو کہ ہمیں خون بہا کے تیس لاکھ بھیج دے ورنہ پھر اپنے بیٹے کی جان کی قربانی دے دے ساجدہ نے کہا۔

تم شاہ میر کے غصے سے واقف ہو۔ اگر تم واپس چلی گئیں تو وہ یقیناً تمہارے باپ اور بھائی کو مار دے گا ساجدہ نے مزید ڈرایا۔

مراد ایک نظر ساجدہ برڈالی اور وہ بھی وہاں سے چلا گیا۔

پتا نہیں کیا خناس بھرا ہے ان عورتوں کے دماغ میں۔۔ مراد زیر لب بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔



میں ہر گز کسی اور سے نکاح نہیں کروں گی۔ اور نہ ہی تو اس گھر میں رہوں گی۔ میں کمزور نہیں ہوں۔ پہلے جتنا ظلم سہا یہ سوچ کر کہا کہ اپنے شوہر کے گھر میں ہوں۔ یہاں کی آدھی عورتیں یہ سوچ کر ہی سسرال کے مظالم برداشت کرتی ہیں کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں ہیں۔ لیکن اب جب شوہر ہی اپنا نہیں رہا تو میں کیوں آپ لوگوں کی بات مانوں؟ ایمان نے کہا۔

کیونکہ تمہیں اپنے بھائی کی جان بچانی ہے۔ ساجدہ نے کہا۔

اسے حیدر یاد آیا۔۔۔ حالانکہ اس کا حیدر سے کوئی خاص جذباتی تعلق نہیں تھا لیکن وہ شاہ میر کو بھی جان گئی تھی۔

آپ لوگ مجھے میرے والد کے گھر چھوڑ آئیں پھر ابو جو فیصلہ کریں گے وہی میرا فیصلہ ہو گا ایمان نے کہا۔

سکینہ اسے میری زبان سمجھ میں نہیں آرہی ہے اسے تم اپنی زبان میں سمجھاؤ۔۔۔ ساجدہ نے کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

سکینہ اسے اپنے کمرے میں لے آئی۔

دیکھو ایمان یہ وقت سمجھ داری کا ہے۔ تم ہر پہلو پر غور کرو تو تمہیں ساجدہ کی بات صحیح لگے گی۔ سب سے پہلی بات یہ تھی کہ تمہاری واپس جانے سے تمہاری میکے والوں کو نقصان ہو گا۔ یا انہیں مالی نقصان اٹھانا پڑے گا یا جانی نقصان۔۔۔ تم شاہ میر کو جانتی ہو۔ دوسری بات یہ کہ تم ونی میں آئی ہو۔ اور یہ سرداروں کا فیصلہ تھا۔ واپس جا کر شاید ہی کوئی اور شخص تم سے شادی کرنے پر راضی ہو۔ شاہ میر نے غصے میں وہ سب کہا تھا۔ یہ تو شکر کرو

کہ اس نے الزام لگا کر تمہیں قتل نہیں کیا غیرت کے نام پر۔ ورنہ گاؤں میں عورتیں ایسے ہی الزام پر قتل ہو جاتی ہیں۔ وہ شاید یہ سب نہیں چاہتا تھا لیکن غصے میں کہہ بیٹھا۔ تم عدت کا وقت یہاں آرام سے گزار لو۔ پھر ہم تمہارا حلالہ کروا کر واپس شامیر سے تمہارا نکاح کرادیں گے۔ سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا۔ وقت کے ساتھ ساتھ تم بھی یہ بات بھول جاؤ گی اور شاہ میر بھی بھول جائے گا۔ ابھی ہمارے علاوہ کسی کو یہ معلوم نہیں ہے۔ تم سمجھداری سے کام لو۔ تم واپس شاہ میر کے پاس آ جاؤ گی اور سب صحیح ہو جائے گا پھر سب لوگ بھول جائیں گے اس واقعے کو۔ میری بات یاد رکھو شاہ میر تمہیں جان سے مار دے گا لیکن تمہیں واپس نہیں بھیجے گا تم اس کا حال دیکھ چکی ہو۔ بس تمہیں تھوڑی سی قربانی دینی ہو گی اور پھر تم اور شاہ میر دوبارہ سے ایک ساتھ رہنے لگو گے۔ تم دل پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ کیا تم واپس شاہ میر کی نہیں ہونا چاہتی؟؟؟۔ سیکنہ کے سوال پر ایمان نے اسے زخمی نظروں سے دیکھا۔۔۔۔۔

ایمان نے بھی حالات کے آگے ہار مان لی۔ لیکن یہ راز راز نہیں رہ سکا۔ شاہ میر نے ہمیشہ کی طرح اپنے دوستوں کو بتا دیا۔ اور اس کے دوستوں نے اس کا یہ راز فاش کر دیا۔  
مجھے تم لوگوں سے یہ امید نہیں تھی۔ میں نے تم لوگوں کو دوست سمجھ کر اپنا راز بتایا تم لوگوں نے سارے گاؤں میں ڈھنڈورا پیٹ دیا شاہ میر نے اپنے دوستوں سے شکوہ کیا۔

تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ تمہارے لیے لڑکیوں کی کمی تھوڑی ہے تم کسی سے بھی شادی کر سکتے ہو چھوڑ دو اس لڑکی کی جان۔ قاسم نے کہا۔

دوسری شادی تو میں ضرور کروں گا۔ لیکن ایمان کی ملکیت کھونا نہیں چاہتا۔ اور وہ ونی میں آئی ہے۔ اس لیے واپس نہیں بھیج سکتا اسے شاہ میر نے کہا۔

اسے شدت سے ایمان کے عدت ختم ہونے کا انتظار تھا اب۔

مراد کمرے میں لیٹا ہوا تھا کہ اسے کھڑکی کے باہر سے سکیں اور سجدہ کی باتوں کی آواز آنے لگی۔ ان دونوں کو لگ رہا تھا کہ شاید مراد چھت پر ہے۔

ویسے ساجدہ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آرہی ہے کہ تم ایمان کو پسند نہیں کرتی ہو۔ اور تم چاہتی تھی کہ شاہ میر اسے چھوڑ دے لیکن اب تم کیوں بضد ہو کہ وہ اسی گھر میں رہے۔؟ حالانکہ تمہاری جان بھی اس سے چھوٹ گئی ہے تم چاہو تو اسے واپس بھیج سکتی ہو۔ سکیں کے ذہن میں کب سے یہ بات کھٹک رہی تھی آج اس نے ساجدہ سے پوچھ ہی لیا۔

ساری بات سمجھ داری کی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ مجھے اس عرصے میں اندازہ ہو گیا کہ ایمان بے زبان ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ گھر کا سارا کام کرتی ہے۔ صفائی دینا، کھانا بنانا، کپڑے دھونا۔ تیسری بات یہ کہ اب شاہ میر بھی اس سے ویسے محبت نہیں کرتا جیسے پہلے کرتا تھا۔ اگر میں نے شاہ میر کی شادی کسی اور سے کرائی تو ضرور وہ لڑکی طاقتور ہوگی، تیز ترین ہوگی، گھر کا کوئی کام نہیں کرے گی اور شاہ میر کو اپنے قابو میں کر لے گی۔ اس کی زبان بھی دس گز ہو گئی کیونکہ وہ ونی نہیں ہوگی۔ میں نے بہت سوچنے سمجھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ میں شاہ میر کی دوسری شادی نہیں کروں گی۔ ایمان کا حلالہ کروا کے اس کی شادی شاہ میر سے

کرواؤں گی تاکہ ایمان یہ گھر سمبھالے اور میرے قابو میں رہے۔ دوسری لڑکی آئی تو وہ شاہ میر کو الگ کر لے گی ساری زمینوں کا خرچہ اپنے قبضے میں کر والیگی ہم لوگ بھوکے مریں گے ساجدہ کی بات سن کر سکینہ حیران ہو گئی اس نے واقعی لمبی سوچی ہوئی تھی۔

(اپنی بیٹیوں کی زبان نہیں دیکھتی یہ عورت جو دس گز کی ہیں۔۔۔) سکینہ نے دل میں کہا۔  
کمرے میں لیٹے ہوئے مراد میں ساجدہ کی ساری باتیں سن لی تھیں۔

ایمان نے اسی گھر میں عدت گزاری۔ لیکن اس سے کام کر بھی کر وایا گیا۔ یہ عدت بس نام کی عدت تھی۔۔۔ وہ بے چاری کمرے سے باہر سارا کام کرتی تھی اپنا چہرہ نقاب میں لپیٹ کر۔  
بالآخر وہ دن بھی آ گیا جس کا شاہ میر کو شدت سے انتظار تھا۔ ایمان کی عدت ختم ہوئی تو اگلے دن ہی شاہ میر نے ضمیر کو پکڑ لیا۔

میں ہر گز یہ کام نہیں کروں گا میری جان بخش دیں آپ لوگ ضمیر اس بات سے خوفزدہ ہو گیا وہ ساداسا لڑکا تھا اسے غصہ آ گیا اور وہ اسی وقت بس پکڑ کر شہر چلا گیا اپنے دوست کے پاس۔  
اس کے جانے سے شاہ میر پریشان ہو گیا۔

تو پریشان کیوں ہوتا ہے ہم تیرے تین تین دوست ہیں قربانی دینے کے لیے۔ تیرے لیے اتنا نہیں کر سکتے کیا ہم؟ حامد نے کہا تو شاہ میر پریشان ہوا۔ اسے اُن میں سے کسی پر بھروسہ نہیں تھا۔ اُن سب کی نیت آنکھوں سے پہچان رہا تھا۔

وہ ساری رات سو نہیں سکا اسے ضمیر کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہیں تھا۔ ایک ایسا احساس معاملہ تھا جس میں وہ کسی پر بھروسہ نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ سوچ سوچ کر پریشان ہو گیا اسے نیند بھی نہیں آرہی تھی۔ اچانک ہی اسے ایک آئیڈیا آیا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ مراد کے کمرے میں آیا اور آہستہ سے دروازہ بجایا۔ مراد بھی جاگ رہا تھا۔ وہ موبائل میں انٹرنیٹ چلا کر کوئی فلم دیکھ رہا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی تو اس نے دروازہ کھولا۔

خیر تو ہے؟ اس نے شاہ میر کو دیکھا تو پوچھا۔

مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے شاہ میر اندر آ گیا اور اس نے دروازے کو کنڈی لگا دیا چارپائی پر بیٹھ گیا۔

دیکھ مراد، تو آخری انسان ہے جس پر میں بھروسہ کر سکتا ہوں۔ شاہ میر کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی۔ مراد سمجھ گیا اور آدھے میں کاٹ دی اس کی بات۔

میں ایمان سے نکاح نہیں کروں گا مراد نے اپنے ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر شاہ میر سے کہا۔ اُس کے چہرے پر سخت تاثرات تھے۔

انکار مت کرو مراد۔۔۔ تم میری آخری امید ہو۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتا میں نے ایک ایک دن گناہے اس عرصے میں شاہ میر نے بے بسی سے کہا۔

تم نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم آج بھی اس پریشانی میں میرا ساتھ دو گے۔ شاہ میر نے کہا۔

اور اگر میں نے تمہارا بھروسہ توڑ دیا تو؟ مراد نے کہا۔

مجھے یقین ہے تم ایسا نہیں کرو گے۔ تم ایمان کی عزت کرتے ہو میں جانتا ہوں۔ تم نے کبھی بھی اسے غلط نظر سے نہیں دیکھا۔ میں لوگوں کی نظریں پہچانتا ہوں شاہ میر نے کہا۔ وہ جانتا تھا مراد نے کبھی ایمان کو بری نظر سے نہیں دیکھا۔

کافی دیر تک مراد سوچتا رہا۔۔۔ پھر بولا۔

ٹھیک ہے تمہارے لئے یہ بھی صحیح۔۔۔ مراد نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔  
شاہ میر نے خوشی سے اسے گلے لگا لیا۔

میں جانتا تھا تو میری مدد ضرور کرے گا۔ شاہ میر جذباتی ہو گیا۔

مراد نے اس کی بات پر ہلکا سا مسکرا دیا۔

صبح سویرے ہی شاہ میر نے قاضی کو بلایا اور نکاح کا بندوبست کیا۔

ایمان ابھی بھی سمجھ رہی تھی کہ اس کا نکاح ضمیر سے ہو رہا ہے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ ضمیر گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ جب نکاح خواں نے ضمیر کی جگہ مراد کا نام لیا تو وہ حیران رہ گئی اس نے حیرت سے سیکنہ اور ساجدہ کو دیکھا۔



ان دونوں نے اسے ہاں بولنے کا اشارہ دیا۔

ایمان کی نظروں کے سامنے مراد کا چہرہ آگیا۔

کیا سوچ رہی ہو ایمان جلدی سے ہاں دو ساجدہ نے کہا۔

ایمان تو جیسے سکتے میں ہی چلی گئی تھی۔ پھر ساجدہ کی آواز پر وہ چونکی اور اس نے "قبول ہے" کہا۔

نکاح ہو گیا تھا اور سب چلے گئے جو نکاح کے لیے آئے تھے گواہ بن کر۔

اسے طلاق دے دے مراد۔۔۔ سب کے جانے کے بعد ایک دم شاہ میر مراد کے پاس آیا اور اس نے کہا۔

اتنی جلدی کیا ہے؟ ابھی ابھی تو نکاح ہوا ہے۔۔۔ کم از کم رات تک صبر کرو مراد نے مسکراتے ہوئے

شاہ میر کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

شاہ میر کا دل ایک پل کو ڈوب کر ابھرا تھا۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں چپ ہو کر بیٹھ گیا اور رات کا انتظار کرنے لگا۔

رات ہوئی تو شاہ میر پھر مراد کے پاس آیا۔

شاہ میر مسئلہ یہ ہے کہ میں جنت میں جانا چاہتا ہوں۔۔۔ اور اس طرح سے پلاننگ کیا حلالہ کرنے والا جنت

میں نہیں جاسکتا۔۔۔ مراد نے آرام سے شاہ میر کے سر پر بم پھوڑا۔۔۔

یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ شاہ میر نے غصے سے کہا۔

میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ میں نے تو یہ تک کہا تھا کہ اگر میں تمہارا بھروسہ توڑ دوں تو۔۔۔ میرا نکاح

کا ارادہ ضرور تھا لیکن طلاق دینے کا بالکل بھی نہیں ہے۔ مراد نے پرسکون ہو کر کہا۔

شاہ میر ایک دم سے باہر آیا۔

اماں، ابا چچی۔۔۔ دیکھیں یہ مراد کیا کہہ رہا ہے۔ شاہ میر کی آواز پر سب وہاں اکٹھا ہو گئے۔

کیا کہہ رہا ہے؟ شاہ میر کے والد صادق احمد نے کہا۔

یہ کہہ رہا ہے کہ یہ یہ ایمان کو طلاق نہیں دیگا شاہ میر کی آواز کمرے میں بیٹھی ہوئی ایمان نے بھی سنی تو اس کے پیروں تلے سے جیسے زمین نکل گئی اور سر پر آسمان آگرا۔۔۔

مراد کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟ ساجدہ نے پوچھا۔

جی بالکل سچ کہہ رہا ہے مراد نے آرام سے کہا۔

ایمان بھی کھڑکی کے قریب آکر کھڑی ہوئی۔ اور سننے لگی۔

تم ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے مراد ساجدہ نے کہا۔

آپ لوگ چاہیں جو کچھ بھی کر لیں معصوم کے ساتھ لیکن کوئی آپ کو دھوکا نہ دے۔۔۔ آپ اس پر الزام

لگائیں۔۔۔ اس کی تذلیل کریں۔۔۔ اسے جانوروں کی طرح کام لیں۔۔۔ آپ کچھ بھی کر لیں۔ کوئی آپ کو

کچھ بولنے والا نہیں۔۔۔ لیکن دوسرا کوئی آپ کو کچھ بھی نہ کہے یہاں تک کہ آپ کو دھوکا بھی نہ دے۔ آپ ہر

طرح کا ظلم کریں اس پر لیکن آپ کے ساتھ کوئی برانہ کرے۔ اس بار مراد کی آواز تھوڑی اونچی ہوئی۔

ایمان حیرت سے اب کھڑکی کے پار سے مراد کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ جو اس وقت اس کا شوہر تھا اور اس کے

حق میں بول رہا تھا۔

ایمان سے نکاح تو میں کر کے رہوں گا ہر حال میں۔ شاہ میر نے مراد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سختی سے کہا

میری لاش پر سے گزر کر کر لینا نکاح اس سے۔۔۔ کیوں کے میرے جیتے جی تو یہ ممکن نہیں۔ مراد نے بھی شاہ میر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ دونوں کی آنکھیں چار تھیں اس پل دونوں کافی دیر تک ایک دوسرے کو ایسے ہی سرخ آنکھوں سے دیکھتے رہے۔

تم ایسا نہیں کر سکتے میرے ساتھ شاہ میر ضبط کی انتہاء پر تھا۔

بات بالکل صاف ہے شاہ میر۔۔۔ اب جب تک میں زندہ ہوں ایمان کو طلاق نہیں دوں گا۔ ایمان سے نکاح کرنے کے لیے یاں تو تمہیں میرے مرنے کا انتظار کرنا ہو گا۔۔۔ یاں پھر خود مجھے جان سے مار دو۔۔۔ مار سکتے ہو مجھے؟ مراد نے بھی ضبط سے کہا۔ وہ جانتا تھا شاہ میر اسے نہیں مار سکتا۔

ٹھیک ہے اب ایمان ہی فیصلہ کرے گی کہ اسے کہ کس کے ساتھ رہنا ہے شاہ میر نے پورے یقین سے کہا۔۔۔ اسے یقین تھا ایمان اس کا ساتھ دی گی۔

ایمان۔۔۔ ایمان۔۔۔ شاہ میر پوری قوت سے جلایا۔

اس کا چلانا سن کر ایمان کے پاؤں لرزنے لگے۔

وہ باہر نہیں آئی خوف کے مارے تو شاہ میر اندر جا کے اسے ہاتھ سے کھینچتا ہوا باہر لایا۔

ہاتھ چھوڑو اس کا۔۔۔ مراد نے ایک دم آگے بڑھ کر ایمان کا ہاتھ شاہ میر کے ہاتھ سے چھڑایا۔ اور اسے اپنے ساتھ کھڑا کیا۔

اب گھر والے اس وقت خاموش کھڑے مراد اور شاہ میر کی جنگ دیکھ رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ کیا فیصلہ ہوتا ہے۔

بتاؤ ایمان۔۔۔ بولو تمہیں میرے ساتھ رہنا ہے شاہ میر نے کہا تو ہمیشہ کی طرح ایمان ڈر گئی۔

پلیز مراد آپ مجھے طلاق دے دیں۔۔۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں ایمان نے روتے ہوئے مراد کے سامنے ہاتھ جوڑے تو مراد مسکرا دیا۔

ابھی بھی آپ اس سے ڈر رہی ہیں؟ یہ لوگ اب آپ کے حاکم نہیں رہے۔۔۔ اب جو کچھ بھی ہوں آپ کا میں ہی ہوں مراد نے کہا۔ وہ سمجھ گیا کہ ایمان صرف خوفزدہ ہے شاہ میر کے غصے سے۔

مجھے کچھ نہیں پتہ مجھے چھوڑ دیں آپ ایمان کا جواب سن کر شاہ میر نے فاتحانہ انداز میں مراد کو دیکھا۔

سوری۔۔۔ میں تو اب ایسا نہیں کرنے والا۔۔۔ مراد کہتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ایمان ابھی بھی شاہ میر کو خوف بھری نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔

شاہ میر سر پکڑ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ اس کا دماغ کھول رہا تھا۔ وہ پھر سے مراد کے پیچھے اس کی کمرے میں گیا۔

میں نے تم پر اس لیے بھروسہ کیا کیونکہ تم نے کبھی غلط نگاہ ایمان پر نہیں ڈالی تھی شاہ میر کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولے۔

اس وقت وہ تمہاری بیوی تھی اور میری بھابھی۔ میں اس کے بارے میں اس وقت سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایسا کچھ۔۔۔ اور اب وہ میری بیوی ہے اور تمہاری بھابھی۔ اب میں تم سے بھی یہی امید کرتا ہوں کہ تم بھی اس کے بارے میں ایسا کچھ نہیں سوچو گے مراد نے کہا۔ وہ پرسکون ہو کر چارپائی پر لیٹ گیا اور موبائل میں گیم کھیلنے لگا۔

شاہ میر اس کی اطمینان پر حیران تھا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم مجھے اتنا بڑا دھوکا دوں گے شاہ میر نے بے بسی سے کہا۔ میں کبھی بھی ایسا نہیں کرتا۔۔۔ ذرا مجھے امید ہوتی تھی اس سے دوبارہ نکاح کے بعد اسے خوش رکھوں گے۔ لیکن تم سب نے اس بیچاری کو ہمیشہ اپنے مطلب کے لئے استعمال کیا۔ مگر سوری میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مراد نے کہا۔

مگر وہ تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی وہ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تم نے اس کا جواب سن لیا۔ شاہ میر نے اس بار آرام سے کہا۔ جو غصے سے کام نہیں بنا تو وہ آرام دہ لہجے میں بات کرنے لگا۔

شاہ میر تم اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ بہتر یہی ہو گا کہ جا کر سو جاؤ۔۔۔ اور اس بات کو بھول جاؤ۔۔۔  
تمہیں دوسری لڑکیاں مل جائیگی۔ مگر اب ایمان تمہیں نہیں ملنے والی مراد موبائل پر ہی نظریں مرکوز کرتے ہوئے بولا وہ شاہ میر کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

شاہ میر کافی دیر کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر باہر آ گیا۔

ایمان ابھی ابھی وہاں کھڑی خوف سے کانپ رہی تھی۔

شاہ میر نے ایک نظر ایمان پر ڈالی۔۔۔ دوسری نظر گھر والوں پر۔۔۔ اور پھر باہر نکل گیا۔ پھر وہ ساری رات باہر دوستوں کے ساتھ ہی رہا۔

ایمان بو جھل بو جھل قدم اٹھائے اسی کمرے میں چلی گئی جس میں پہلے وہ سویا کرتی تھی وہاں جا کر وہ چارپائی پر لیٹ گئی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔ لیکن جو بھی ہوا تھا وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

اس نے تو سوچا تھا کہ وہ دوبارہ شاہ میر سے نکاح کر کے پھر سے ویسی زندگی گزارے گی۔ ویسے ہی غلامی دے گی۔ مراد کے ساتھ زندگی گزارنے کا تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ نا ہی تو اس نے کبھی مراد کو اس نظر سے دیکھا تھا۔

کیا اب مجھے باقی کی زندگی مراد کی بیوی بن کر اس گھر میں رہنا ہو گا؟ اس نے خود سے سوال کیا۔

سب گھر والوں کو تو جیسے سانپ ہی سونگ گیا تھا۔ کوئی کچھ بول ہی نہیں سکا۔



شاہ میر کے ابا آپ مراد کو سمجھائیں وہ آپ کی بات نہیں ٹالتا ہے ساجدہ نے بے بسی سے صادق احمد سے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ مراد سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وہ ان کی بات کو خاطر میں ہی نہیں لائیگا۔ جب اس نے شاہ میر کی نہیں سنی تو وہ ساجدہ کی کیا سنے گا۔

تم جانتی ہو مراد کسی کی نہیں سنتا ہے وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ میرے سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اب۔ وہ پہلے سے یہ سب کچھ طے کیے ہوئے تھا۔ جب اس نے شاہ میر کو چپ کر دیا تو میں کیا چیز ہوں صادق احمد بولے۔

لیکن آپ ایک کوشش تو کر کے دیکھیں ساجدہ نے کہا تو وہ مراد کے پاس آئے۔ مراد مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ صادق احمد نے کہا۔

میں بہت معذرت خواہ ہوں چاچا جان کہ میں آپ کی امیدوں پر پورا نہیں اتر سکتا اب مراد نے موبائل ایک طرف رکھا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

کیا میں یہ سمجھوں کہ میری بہو کو دیکھ کر تمہاری نیت خراب ہو گئی ہے؟ صادق احمد میں کہا۔ نہیں آپ یہ سمجھیں کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔۔۔ اور وہ کام نہیں کر سکتا جو اس کے نزدیک ناپسندیدہ ہے مراد نے کہا۔

اگر تم نے ایمان کو نہیں چھوڑا تو میرا بیٹا پاگل ہو جائے گا وہ کچھ بھی کر سکتا ہے خود کو مار بھی سکتا ہے یا تمہیں مار دے گا تم جانتے ہو اسے صادق احمد میں اسے ڈرایا۔

ایسا کچھ نہیں ہو گا اگر اسے مارنا ہوتا تو آج خود کو یا مجھے مار ہی دیتا۔ کچھ دن بعد وہ سب بھول جائے گا آپ آرام سے رہیں مراد بولا۔

میں گاؤں والوں کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ انہوں نے کہا

ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہم خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔۔۔ مراد نے انہیں لا جواب کر دیا۔

صادق احمد نے اپنی ٹوپی اتار کر مراد کی کے قدموں میں رکھ دیں یہ آخری حربہ تھا جو وہ آزما رہے تھے۔

مراد نے تھوڑی دیر ان کو دیکھا اور پھر اپنے قدموں میں پڑی ان کی ٹوپی کو دیکھا۔

پھر ان کی ٹوپی اٹھا کر صاف کی اور ان کے سر پر رکھ دی دوبارہ۔

میں آپ کی عزت کرتا ہوں اور ہمیشہ تک کرتا رہوں گا۔۔۔ لیکن اس وقت مجھے سب سے زیادہ اپنی بیوی کی

عزت عزیز ہے۔۔۔ ورنہ میں آپ کی بات ضرور مانتا مراد نے کہا اور باہر نکل گیا۔

بلا آخر صادق احمد کو مراد کی ضد کے آگے ہار مانتی پڑی۔ کوئی اور ہوتا تو وہ ان سے جھگڑا کرتے۔ لیکن وہ ان

کے مرحوم بھائی کا بیٹا تھا اور ان کی ایک ہی نشانی تھا۔ اور انہیں عزیز بھی تھا۔ وہ چپ چاپ وہاں سے واپس

چلے گئے۔

کیا بھائی ہمیں تو آپ کی شادی کی بہت ارمان تھے۔۔۔ ہم نے سوچا تھا ایسی بھابی لائیں گے ایسے کپڑے

پہنیں گے۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ لیکن آپ نے تو اس ایمان سے ہی نکاح کر لیا۔۔۔ ہمیں تو وہ اچھی نہیں

لگتی اب کی بار عافیہ اور صفیہ دونوں اس کے پاس آئی اور شکوہ کرنے لگیں۔

اگر تم اسے میری نظر سے دیکھو تو تمہیں اچھی لگے گی۔ اور کپڑے میں تم لوگوں کو بہت اچھے اچھے لا کر دوں گا۔ شہر میں ولیمہ کروں گا اپنا انشاء اللہ اور تم لوگوں کو وہاں لے کر جاؤں گا۔ وہاں پر اپنے سارے ارمان پورے کر لینا مراد نے ان دونوں سے کہا۔

وہ تو صحیح ہے لیکن ہمیں بھابھی نہیں پسند۔ عافیہ بولی۔

میں نے کہا نا اسے میری نظر سے دیکھو۔ تمہیں پسند آجائے گی مراد نے کہا۔

اب ہمارے پاس تو اپنی ہی نظریں ہیں اور ہم انہیں آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اب آپ کی نظر سے کیسے دیکھیں بات سمجھ نہیں آئی صفیہ نے کہا۔

چلو اب دونوں میرا دماغ مت کھاؤ سونے جاؤ جا کر۔ مراد نے کہا تو وہ دونوں اپنے کمروں میں گھس گئیں۔ مراد اٹھا اور ایمان کے کمرے میں آیا۔ وہ وہاں حواس باختہ بیٹھی ہوئی تھی۔ مراد کو دیکھ کر وہ ٹھیک سے بیٹھ گئی۔

مراد نے دروازہ بند کیا اور اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

کل صبح آپ میرے ساتھ شہر چل رہی ہیں۔ اپنی پیکنگ کر لیں آج بی۔ میری جاب لگی ہے اور آپ وہاں میرے ساتھ رہیں گی مراد نے کہا تو ایمان ایک دم سے چارپائی سے اتری اور اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔

میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے آزاد کر دیں۔ ورنہ شاہ میرپتا نہیں کیا کر لیں ایمان نے کہا اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑا۔

مراد میں سینے پر ہاتھ باندھے اور اسے دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔  
میں ایسا کر کے آپ کو دو ٹکے کا نہیں کرنا چاہتا۔ مراد نے کہا۔

آپ خواہ مخواہ مجھے اہمیت دے رہے ہیں میری ذات کی کوئی اہمیت نہیں ہے میں ونی میں آئی تھی میں صرف کام کے لئے بنی ہوں میں ایک غلام ہوں باندی ہوں اور اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے ایمان اب چارپائی کے کنارے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

مراد حیرت سے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

میں نے کہا نہ آپ اپنا سامان باندھ لیں۔ صبح ہوتے ہی ہم دونوں یہاں سے چلے جائیں گے مراد نے کہا۔  
آپ کو جانا ہے تو چلے جائیں لیکن مجھے کہیں نہیں جانا ایمان نے کہا اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

میں آپ کو اس طرح سے اب اس گھر میں چھوڑ کر نہیں جاسکتا مجھے کسی پر بھی بھروسہ نہیں رہا اب خاص کر شاہ میرپر۔ میں آپ کو اس کے ساتھ اس گھر میں اکیلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا مراد نے اس بار سختی سے کہا۔

ایمان سوچ میں پڑ گئی۔

میں نے کبھی بھی آپ کے بارے میں نہیں سوچا اس طرح سے۔ میرے دل میں ہمیشہ سے شاہ میر

تھے۔ میرے لئے بہت مشکل ہے ان کے علاوہ کسی اور کا سوچنا ایمان نے چہرہ دوسری طرف پھیر کر کہا

اب کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔ مراد کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

بے وقوف لڑکی کیوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہی ہو؟ جب کہ قسمت میں تمہیں اتنا اچھا موقع دیا۔ چلی جاؤ مراد کے ساتھ۔۔۔ ساجدہ نے صرف تم سے کام کروانے کے لیے یہ سب کیا ہے۔ تاکہ وہ تمہیں ساری زندگی نوکرانی بنا کر رکھ سکے وہ بھی مفت کی۔ کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ تم شاہ میر کے دل سے اتر چکی ہو۔ تم جاؤ گی تو ان کو لگ پتا جائے گا جب سارا کام کرنا پڑ جائے گا ماں بیٹیوں کو۔۔۔ سکیئنہ نے سمجھایا۔

پر شاہ میر؟ ایمان نے کہا۔

بھول جاؤ شاہ میر کو۔ ذلت اور رسوائی کے سوا اس نے تمہیں دیا ہی کیا ہے۔ سکیئنہ نے اس کا برین واش کیا۔ لیکن پھر بھی اس کا ذہن مراد کو قبول نہیں کر پارہا تھا۔ اور نا ہی تو یہاں سے جانا چاہتی تھی۔ اسے بس یہی خوف تھا کہ شاہ میر پیچھے کوئی ہنگامہ کرے گا۔ اس کے دل میں شاہ میر کا خوف اس قدر بیٹھ چکا تھا کہ وہ اس سے آگے کچھ سوچ ہی نہیں پارہی تھی۔

بس اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ ایمان مراد کے ساتھ شہر جا رہی تھی۔ اوکس دل سے تیار ہوئی تھی وہ نہیں جانتی تھی۔ مراد نے ضد کی کہ اسے آنا ہی پڑا۔ سکیئنہ نے بھی اسے بہت سمجھایا۔ لیکن وہی ایک خوف اس کے دل میں تھا۔ اور اسے شاہ میر کا خیال آ رہا تھا۔ وہی شاہ میر کے غصے سے ڈر لگ رہا تھا۔ اس کے دل میں شاہ میر کا اتنا خوف بیٹھا چکا تھا کہ اسے یہ بھی ہوش نہیں تھا کہ اب شاہ میر کا اس سے کوئی رشتہ نہیں۔

کچھ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں بنا کسی حق اور باطل اکسیا سی رشتے کے ہمارے سروں پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ ان کا خوف ہمیں جینے نہیں دیتا ہے۔ ان کا خوف ہمیں خوشیاں محسوس کرنے نہیں دیتا ہے۔ ان کا خوف ہمیں آزادی تک محسوس کرنے نہیں دیتا۔ اور ایسے لوگوں کو ہم خود ہی سرچڑھا لیتے ہیں۔

ایک ایسا شخص جس نے ہر پل کی تذلیل کی۔ ایک ایسا شخص جس نے دوستوں کے بیچ میں اس کے راز فاش کئے۔ ایک ایسا شخص جس نے مطلب کے لئے محبت دکھائی۔ ایک ایسا شخص جس نے الزام لگایا۔۔۔ جس نے شک کی بنیاد پر اسے صفائی کا موقع دیے بغیر ہی رشتا توڑ دیا۔ ایمان کے ذہن میں آج بھی وہی شخص سوار تھا۔۔۔ وہ اپنے مہربان شوہر کے پہلو میں بیٹھی اس شخص کا سوچ رہی تھی۔۔۔

گاؤں سے شہر تک یہ آٹھ گھنٹے کا سفر بھی اختتام پذیر ہوا۔ وہ دونوں بس سے اترے اور مراد نے رکشے والے کو اشارہ کیا۔ اپنا سامان اس میں ڈالا۔ ایمان کو بٹھایا اور خود بھی بیٹھ گیا۔ شام ہونے والی تھی۔ رکشا ایک بلڈنگ کے قریب آکر رکا۔ وہ دونوں رکشے سے اترے۔ وہاں پر ایک شخص مراد کے انتظار میں کھڑا تھا۔

یہ لو اپنے فلیٹ کی چابی اس شخص نے چابی مراد کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ اور آدھا سامان اٹھایا۔ آدھا مراد نے اٹھایا۔

بلڈنگ میں تیسری منزل پر موجود ہوں ایک فلیٹ میں داخل ہوئے۔ یہ دو کمروں کا ایک نیا فلیٹ تھا۔ جس کی دیواروں سے رنگ کی بو آرہی تھی۔ سفید رنگ شدہ دیواریں چمک رہی تھیں۔ چھوٹے سے لاؤنج کے ساتھ

اوپن کچن نظر آ رہا تھا۔ اور ایک پتلی سی گلی جیسی جگہ تھی۔ آگے دو دروازے دکھائی دے رہے تھے وہ یقیناً کمرے کے تھے۔

ضرورت کا جو سامان تم نے لکھ کر دیا تھا وہ میں نے لے کر رکھ دیا ہے جو رہ گیا ہے وہ تم خود لانا اب میں چلتا ہوں وہ شخص یقیناً میرا دوست تھا۔ جس نے مراد کے کہنے پر پہلے سارا انتظام کر رکھا تھا۔ اس کا نام جنید تھا۔ کوئی کام ہوا تو فون کر لینا میرا فلیٹ یا سامنے ہی ہے جنید نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ ایمان جلدی سے ایک کمرے میں گھس گئی۔ اس سے مراد سے الجھن ہو رہی تھی۔ وہاں پر خالی کمرے میں ماربل پر ہی بیٹھ گئی اور سوچنے لگی۔

ارے آپ نیچے کیوں بیٹھی ہیں؟ مراد نے کہا اور لاؤنج میں موجود فوم کمرے میں لئے آیا۔ اس پر آرام کریں آپ تھک گئی ہونگی مراد کہہ کر باہر آیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ایمان اس سے کترار ہی ہے۔ اس نے دوسرا فوم اٹھایا اور دوسرے کمرے میں ڈال دیا۔ لاؤنج نے سامان جو رکھا ہوا تھا وہ بے ترتیب تھا۔ یہ تو اب صبح ہی جا کر سیٹ ہونا تھا۔

مراد دوسرے کمرے میں لیٹ گیا وہ بہت تھکا ہوا۔ پھر اسی کا خیال آیا کہ ایمان کو چائے کی طلب ہوگی۔ اسے خود بھی طلب ہو رہی تھی سفر کی وجہ سے۔ اور سوچ ہی رہا تھا کہ ڈور بیل بجی۔ مجھے لگا تمہیں چائے کی ضرورت ہے اس وقت جنید چائے لیکر حاضر ہو گیا۔

واقعی بہت ضرورت تھی مراد نے تھر ماس اس سے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔۔۔



یہ پیسے لو اور نیچے ہو ٹل سے کھانا بھی کے آؤ مراد نے اسے پیسے دیئے۔

نہیں آج تم میرے مہمان ہو۔ میری بیوی نے کھانا تیار کر لیا ہے۔ تم چائے پیو جب تک میں کھانا لے  
آؤں گا جنید نے کہا۔

مراد چائے کپ میں بھر کر ایمان کے پاس آیا۔ اور اسے چائے پیش کی۔ اس نے دیکھا ایمان کا موڈ خراب  
ہے۔

میرا غصہ چائے پر مت اتاریں مراد نے چائے اس کے سامنے رکھی اور دوسرے کمرے میں آ گیا۔  
ایمان نے چائے کو دیکھا اسے طلب بہت تھی۔ وہ چائے اٹھا کر پینے لگی۔

دو دن گھر سے باہر گزارنے کے بعد تیسرے دن شاہ میر گھر آیا تو دیکھا کہ ایمان اور مراد دونوں شہر جا چکے  
ہیں۔

اماں میری شادی کرواؤ جلدی۔ میں بھی بتادوں گا مراد کو کہ وہ آخری لڑکی نہیں تھی۔ اس سے ابھی لڑکی سے  
شادی کرواؤ میری شاہ میر نے ساجدہ سے کہا۔  
www.urdu novelsmania.com

ہاں بہت اچھی لڑکیاں دیکھ رکھی ہیں میں نے ساجدہ نے بے بسی سے کہا۔

لڑکی میں نے دیکھ لی ہے آپ بس رشتالے کر جائیں اس کے گھر شاہ میر نے کہا تو ساجدہ کا دل ڈوب  
گیا۔ جس کا ڈر تھا وہی ہوا۔

کون سی لڑکی؟ ساجدہ نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

چاچا ظہور کی بیٹی نور۔ شاہ میر نے کہا تو ساجدہ غصے سے کھڑی ہو گئی۔  
میں ہرگز اس شیطان لڑکی سے تمہاری شادی نہیں کروں گی ساجدہ بولی۔

اور میں ہر حال اس سے شادی کر کے رہوں گا۔ میں اس سے شادی کا وعدہ کیا ہے شاہ میر نے کہا۔  
وہ انتہائی بد تمیز لڑکی ہے۔ اچھی شکل سے دھوکا مت کھاؤ۔ تم سے پہلے نہ جانے کتنے لڑکوں کے ساتھ چکر چلا جا  
چکی ہے وہ ساجدہ نے کہا۔

بس کر سے اماں۔۔۔ ایمان سے بھی تو نے ایسے ہی بد گماں کیا تھا مجھے۔ تیری وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑا  
ہے مجھے شاہ میر نے غصے سے کہا۔

ایمان سے بد گمان میں نے نہیں اس نور نے کیا تھا تمہیں۔ اسی لڑکی کی وجہ سے تم نے ایمان کو چھوڑ دیا  
تھا۔ اسی کے چکر میں پڑ کر اپنا گھر خود خراب کیا تم نے ساجدہ نے کہا۔

میں کچھ نہیں سنوں گا کہیں میرا رشتہ لے کر جاؤ نور کے گھر۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا شاہ میر کہتا ہوا نکل  
گیا۔ ساجدہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔  
www.urdu novelsmania.com

مراد نے سارا گھر سیٹ کر دیا تھا۔ لیکن ایمان اس سے بات نہیں کرتی تھی۔ وہ بس وقت پر کھانا بناتی تھی باقی  
کام کرتی تھی اور اپنے کمرے میں گھس جاتی تھی۔ دونوں الگ الگ کمروں میں رہ رہے تھے۔

ایک دن مراد اس کے لئے بہت سارے ریڈی میڈ جوڑے اور جوتے لے کر آیا۔ وہ جانتا تھا کہ ایمان اس  
کے ساتھ شاپنگ پر نہیں چلے گی۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ان چیزوں کی اسے ضرورت ہے۔

مجھے نہیں چاہئے کچھ ایمان نے چہرہ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا تو مراد مُسکرا دیا اور اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

آپ ناراضگی میں بھی بہت پیاری لگتی ہیں مراد نے کہا۔

مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا وہ تھوڑا دور ہو کر بولی۔

مگر مجھے آپ کے ساتھ ہی رہنا ہے مراد پھر قریب ہوا۔

آپ جائیں یہاں سے۔۔۔ ایمان نے پریشانی سے کہا۔

اچھا اچھا جاتا ہوں۔ میرے جانے کے بعد شاید آپ ان چیزوں پر نظر ڈال لیں۔۔۔ مراد نے کہا۔ اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ایمان نے کپڑوں کی طرف دیکھا۔ پھر ایک ایک کر کے انہیں کھول کر دیکھا۔ پہلی بار کوئی اتنے چاہ سے اس کے لیے کچھ لایا تھا۔ ایک عجیب سا احساس اسے ہونے کہا

آدھی رات کو مراد اٹھا۔ اس کے قدم ایمان کے کمرے کی جانب بڑھنے لگے۔ اس نے ہولے سے

دروازے کا ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھولا۔ ایمان کمرے میں نیم اندھیرا کیے سو رہی تھی۔ کمرے میں نارنجی

رنگ کا زیرو بم بلب جل رہا تھا۔ مراد آہستہ سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور پاس بیٹھ کر اس کے چہرہ دیکھنے لگا۔

ایمان سو رہی تھی اس کے چہرے پر اطمینان واضح دکھائی دے رہا تھا۔ مراد اسے دیکھے گیا۔

انمول لڑکی۔۔۔ دنیا نے تمہیں کتنا بے مول کر دیا تھا۔۔۔ مگر میں ایسا ہونے نہیں دوں گا مراد نے اس کے قریب ہو کر سرگوشی کی۔ پھر اس کے چہرے سے ایک لٹ ہٹائی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ مراد کو قریب دیکھ کر وہ جیسے اچھل پڑی۔

آ۔۔۔ آپ۔۔۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں اس وقت۔؟؟ ایمان ایک دم سے اٹھ بیٹھی۔  
اپنی بیوی کو دیکھ رہا ہوں۔۔۔ آپ کو کوئی پر اہلم؟ مراد نے ابرو اچکا کر کہا۔  
آپ یہاں سے چلے جائیں ایمان نے ہلکی آواز میں کہا۔  
کیوں چلا جاؤں؟ مراد بولا۔

کیوں کے میں آپ کے لائق نہیں ہوں۔ آپ مجھے سے اچھی لڑکی کے حقدار ہیں۔ میں ونی ہوں۔۔۔  
طلاق یافتہ ہوں۔ میری کوئی حیثیت نہیں۔ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو کمتر محسوس کرتی ہوں ایمان نے کہا تو مراد مسکرا دیا۔  
آپ کو لگتا ہے کہ میں نے یہ سب آپ سے ہمدردی میں کیا ہے؟ مراد نے کہا تو ایمان نے اثبات میں سر ہلایا۔

ایمان۔۔۔ مراد نے پیار سے اس کا نام پُکارا اور پر اُسکی ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔  
ساجدہ چاچی کی باتیں میں نے سن لی تھیں۔ وہ صرف کام کے لیے آپ کو واپس لانا چاہ رہی تھیں۔ اور شاہ میر کو بس گاؤں والوں کے تانوں کی فکر تھی۔ کسی کو نہ آپ سے ہمدردی تھی نہ محنت اور نے آپ کی قدر۔۔۔ اس

دن جب آپ نے میرے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا کر کہا تھا کہ میں مرغی لادوں ورنہ آپ مرجائیں گی۔۔۔ تو اس پل آپ مجھے بہت معصوم اور پیاری لگی تھیں۔ اس دن کے بعد میں ٹھیک سے سو نہیں سکا۔ مجھے بار بار آپ کا خیال آتا تھا۔۔۔ جب آپ شاہ میر کا جوڑا جل جانے پر معصومیت سے آنسو بہا رہیں تھیں۔۔۔ اس پل بھی میرا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔۔۔ کئی بار آپ کو دیکھ کر میرا دل دھڑکا تھا۔ لیکن میں ہر بار خیال جھٹک دیتا کیوں کہ آپ کا رشتا اس وقت میرے لیے قابل عزت تھا۔ لیکن میں بھی انسان تھا۔ خیال آنا فطری بات ہے۔ خیال کو جھٹکنا اور حاوی کرنا فطری نہیں یہ ہمارے بس میں ہوتا ہے۔ مراد سانس لینے کو رکا۔۔۔ پھر اپنی بات جاری رکھی۔

پھر جب شاہ میر نے آپ کو طلاق دی تب بھی میں نے موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا۔۔۔ تب بھی چپ رہا۔۔۔ کیوں کہ جانتا تھا کہ کوئی راضی نہیں ہو گا اور شاہ میر آپ کو واپس اپنا ناچاہتا تھا۔ جب شاہ میر میں میری منت کی کہ میں ہلالہ کر لوں تب بھی میں نے انکار کر دیا۔ لیکن اسی پل میں نے فیصلہ کیا کہ جب قسمت خود آپ کو میری جھولی میں ڈال رہی ہے تو میں کیوں نہ دل کی سنوں۔۔۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کوئی اور حلالے کے لیے راضی ہوا تو بھی شاہ میر اور ساجدہ چاچی آپ پر واپس مظالم شروع کر دینگے۔ آپ ایک بار پھر سے جہنم میں چلی جائیں گی۔ اسی لیے میں راضی ہو گیا۔۔۔ ہلالہ کے لیے نہیں۔۔۔ آپ کو اپنانے کے لیے۔۔۔ ایمان حیران ہو کر مراد کی باتیں سن رہی تھی۔

(کیا میں اتنی خوش نصیب ہوں) ایمان نے دل میں سوچا۔ اس نے مراد کو دیکھا۔ وہ بہت پیارا لڑکا تھا۔ صورت کا بھی اور سیرت کا بھی اور اس سے اظہارِ محبت کر رہا تھا۔ اس کا شوہر تھا۔ اور کیا چاہتے تھا اسے۔ ایمان میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں مراد نے اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے کہا۔ ایمان کا دل کسی بے لگام گھوڑے کی مانند دوڑنے لگا۔

پتا ہے ایمان جہاں خوشیاں برس رہی ہوں نا وہاں پہلے پہنچ جانا چاہیے۔۔۔ اس سے پہلے کہ خوشیوں کی بارش بر سنی بند ہو جائے مراد نے اس کا چہرہ ٹھوڑی سے اوپر کرتے ہوئے کہا۔ ایمان نے ایک نظر اسے دیکھا پھر نظریں جھکا لیں۔

ایمان تمہاری پلکیں بہت خوبصورت ہیں۔۔۔ مراد نے کہا تو اس کی جھکی ہوئی پلکیں لرزنے لگیں۔ اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟ میں تو تمہاری تعریف کر رہا ہوں۔ لڑکیاں تو خوش ہوتی ہیں اپنی تعریف پر مراد نے کہا تو اس بار ایمان مسکرا دی۔ اس کے گالوں پر گڑھے ابھرے تھے۔ تمہارے ڈمپل بھی بہت پیارے ہیں مراد نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر کہا۔ ایمان کا دل کیا اس سے کہے کے آپ بھی بہت اچھے ہیں۔۔۔ میرا دل جیت لیا ہے آپ نے۔۔۔ محبت سے بڑھ کر عزت سے دل جیت لیا۔ ایمان کے دل میں بہت کچھ تھا لیکن وہ کہہ نہیں پار ہی تھی۔ کیا سوچ رہی ہو؟ مراد نے اسے خیالوں میں گم دیکھا تو کہا۔ اس نے نفی میں سر ہلادیا۔

تم اتنی خوبصورت ہو۔۔۔ میں نے اپنی ساری زندگی میں اتنی پیاری لڑکی نہیں دیکھی۔ جو بنا میک اپ کیے۔۔۔ بنا پار لڑ جائے۔۔۔ عام سے لباس میں اتنی پیاری اور معصوم ہو۔ ایمان میں تمہیں ساری زندگی خوش رکھوں گا یہ میرا وعدہ ہے مراد نے کہا تو ایمان خوشی سے سرشار ہو گئی۔ جیسے وہ ہمدردی سمجھ رہی تھی وہ تو محبت تھی۔ اور ایسی رات دونوں نے نئی خوشیوں بھری زندگی کا آغاز کیا تھا۔

نور نے آتے ہی سب کونا کون چنے چبوا دیے تھے۔ شاہ میر کی ضد پر چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو گیا۔ اور شادی بھی اس نے دھوم دھام سے کی۔ یہ کہہ کر کے پہلی شادی سادگی سے ہوئی تھی۔ اور نور کی بھی یہی فرمائش کی کہ شادی دھوم دھام سے ہو۔ شاہ میر گاؤں والوں کو دکھانا چاہتا تھا کہ اسے لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔ اور اسے بیوی بھی مل گئی ہے۔

محترمہ اٹھواں کام پر لگ جاؤ ہفتہ ہو گیا ہے کمرے میں بند پڑی ہو ساجدہ نے کمرے میں آتے ہی اسے آرڈر دیا۔

میں نوکر کسی کے باپ کی نہیں ہوں نور نے فوراً جواب دیا۔

زیادہ اکڑ مت دکھاؤ تمہاری اکڑ نکالنا مجھے آتی ہے ساجدہ نے اسے بالوں سے دبوچ لیا۔ نور چلانے لگی شاہ میر۔۔۔ شاہ میر۔۔۔

اس کی آواز سن کر شاہ میر فوراً اندر آیا۔

دیکھو تمہاری ماں مجھ پر ظلم کر رہی ہے نور نے روتے ہوئے کہا۔



اماں یہ کیا طریقہ ہے؟ شاہ میر بولا۔

تم تو چپ کرو زن مرید۔ بہو ہے آخر کام کرے گی نا۔ ایک ہفتے سے میں اس لئے لحاظ کر رہی تھی کہ نئی نویلی دلہن ہے۔ کب تک یوں میڈم بیٹھی رہے گی ساجدہ نے غصے سے کہا

اپنی دونوں لاڈلی وسے کام کروائے نا وہ کس لیے ہیں نور نے کہا۔

میری بیٹیاں تمہاری نوکر نہیں ہیں اور کل کلاں کو شادی ہو کر اپنے سسرال جائیں گی۔ پھر تو تمہیں کام کرنا ہی ہو گا ساجدہ نے کہا۔

میں نے کونسا ہمیشہ اس گھر میں رہنا ہے۔ شاہ میر مجھے شہر میں اپنا گھر لے کے دیں مجھے گاؤں میں نہیں رہنا۔ نور نے شاہ میر سے کہا۔

اما کیوں تنگ کر رہی ہو اسے؟ پہلے ایمان کو تنگ کیا اب اس کے پیچھے پڑ گئی ہو شاہ میر نے بیوی کی سائیڈ لی۔

شاہ میر میں تمہیں کچا چبا جاؤں گی۔ اگر تم نے اپنی بیوی کے سامنے میری بے عزتی کی تو۔ ماں ہو تمہاری ساجدہ نے کہا۔

میں ہر گز کام نہیں کروں گی۔ میں ایمان نہیں ہوں جسے مار کر آپ کا نوکر بنادیں۔ میں خاندانی لڑکی ہوں۔ اسی گاؤں کی ہوں۔ اور اسی خاندان کی نور نے کہا۔

بڑی آئی خاندانی۔۔۔ شادی سے پہلے میرے بیٹے کو پھنسا لیا۔ اس کے ساتھ چکر چلایا۔ اور خود کو خاندانی کہتی ہو۔ خاندانی تو ایمان تھی۔ مجال ہے جو کبھی اونچی آواز میں بات کی ہو۔ چپ چاپ سارا گھر سنبھالتی تھی۔ ویسے میں نے کئی بار مارا مگر اس نے اس تک نہیں کی۔ ناہی تو کبھی شاہ میرے شکایت لگائی ساجدہ نے کہا۔ ایمان تو ایمان کو مارتی تھی؟ شاہ میرے حیرت سے پوچھا۔

کہ تو ایسے رہا ہے جیسے تو نے کبھی نہیں مارا ساجدہ نے کہا۔ میں اس کا شوہر تھا مار سکتا تھا۔ لیکن کسی کو مارنے نہیں دیتا شاہ میرے کہا۔ بس کرو یہ ایمان نامہ۔۔۔ نہیں سن سکتی میں اس کا ذکر۔ نفرت ہے مجھے اس سے۔ میرا مقابلہ اس گھٹیا لڑکی سے مت کریں نور نے چلاتے ہوئے کہا۔

گھٹیا وہ نہیں گھٹیا تو ہے۔۔۔ وہ تو گلاب کا پھول تھی۔ بے زبان معصوم۔۔۔ تیرا اس سے کیا مقابلہ۔۔۔ بس ہم نے ہی قدر نہیں کی ساجدہ نے نور کو جلانے کے لئے کہا۔

ہاں۔۔۔ اماں اب ایسا بول رہی ہوں میرا گھر تباہ کر کے۔۔۔ پہلے تو اس پر الزام لگایا تو نے۔۔۔ میرے دل میں شک پیدا کیا۔ اور اب اس کی تعریفیں کر رہی ہو۔ حد ہے دو غلے پن کی شاہ میر بولا۔ ہاں تو ہو گی مجھ سے غلطی۔ تیرے دوستوں نے بھی کم بھڑکایا تجھے۔۔۔ تو میری نہیں اپنے دوستوں کی باتوں میں آگیا تھا ساجدہ نے کہا۔

شاہ میر اپنی ماں کو یہاں سے نکالوں ورنہ میں گھر چھوڑ کر چلے جاؤ گی نور نے چلاتے ہوئے کہا۔

تمیز سے بات کرو یہ میری ماں ہے شاہ میر نے کہا۔

پہلے خود تو عزت کر لو اپنی ماں کی پھر مجھے تمیز سکھانا نور نے کہا۔

تم لوگوں کا جھگڑا تمہیں جانوں میں چلا جاتا ہوں یہاں سے شاہ میر کہہ کر چلا گیا۔

تجھے تو میں دیکھتی ہوں ساجدہ نے اسے مارنا شروع کیا۔ بدلے میں نور نے بھی ساجدہ پر حملہ کر دیا۔ ساجدہ

بوڑھی تھی نور جوان۔۔۔ نور نے اسے مارنا شروع کر دیا تو وہ ٹڈھال کر زمین پر پڑی رہی۔

عافیہ صفیہ آکر مجھے بچاؤ دونوں۔ ساجدہ چلانے لگی۔

اف یہ صرف یہ دونوں کانوں میں ہینڈ فری لگا کر گانے سن رہی تھیں۔ البتہ سکیئنہ بھاگتی ہوئی آئی اور اس سے

بچایا۔

کیا کر رہی ہو نور ہو تمہاری ساس ہے تم سے بڑی ہے کوئی تمیز ہے یا نہیں تمہیں؟ سکیئنہ نے کہا۔

بڑے جب ماریں گے تو پھر انہیں عزت کہاں سے ملے گی؟ نور نے اسے مارنا چھوڑ دیا اور اب غصے سے

دیکھ رہی تھی۔

www.urdu novelsmania.com

سکیئنہ مجھے پانی پلاؤ۔ مجھے میرے کمرے تک لے جاؤ۔ میرا انگ انگ دکھ رہا ہے۔ کینی نے اتنا مارا ہے۔ پتا

نہیں کیا کھاتی ہے ساجدہ نے کہا تو سکیئنہ اسے سہارا دے کر کمرے میں لے گئی۔

ہائے نور کی بچی۔ میرا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہے ساجدہ سر دوپٹے سے باندھ کر پڑی ہوئی تھی برآمدے میں

۔۔۔ دور سے شاہ میر آتا دکھائی دیا

کیا ہوا اماں ایسے کیوں پڑی ہو؟ شاہ میر نے ساجدہ کو دیکھا تو پوچھا۔  
 تیری بیوی نے مار مار کے میری درگت بنا دی ہے۔ دیکھ تو میرے زخم ساجدہ نے اپنے ہاتھوں اور چہرے  
 کے زخم دکھاتے ہوئے کاجن میں ہلکے سے نیل پڑے ہوئے تھے۔  
 میں ابھی اس کی خبر لیتا ہوں شاہ میر کہہ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔  
 تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری ماں کو مارنے کی؟ اس نے غصے سے نور سے کہا۔  
 اتنا ہی پیار ہے نا اسے تو آج رات وہیں پر سو جانا نور نے اسے دھکا دے کر کمرے سے نکال دیا اور کنڈی لگا  
 دی۔ وہ آپ کسی بیوقوف کی طرح کمرے کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔  
 پھر ماں کے پاس آیا۔  
 کیا ہوا نکال دینا اس نے کمرے سے تجھے۔ بڑا شوق چڑھا تھا شادی کا۔ اب بھگتو ساجدہ نے کہا۔  
 تو تجھے کیا ضرورت تھی اس سے جھگڑا کرنے کی؟ شاہ میر کہتا ہوا باہر نکل گیا  
 اماں مجھے سے نہیں ہوتا اتنا سارا کام۔ مراد بھائی سے کہیں ایمان کو لے آئیں یہاں عافیہ بولی۔  
 تجھے کام کی پڑی ہے؟ تیری ماں مر رہی ہے درد سے ساجدہ بولی۔  
 کوئی اتنا درد نہیں ہے تجھے اماں۔۔ جانتی ہوں سب شاہ میر کو دکھانے اور نور کو بدنامی کرنے کہا ڈراما ہے  
 عافیہ نے کہا۔  
 بتمیز ماں کو ڈرامے باز کہتی ہے؟ ساجدہ کو غصہ آگیا۔

مراد تو لے اڑا اس ہیرے کو۔۔۔ اور یہ کھوٹا سکہ ہمارے نصیب میں آگیا۔۔۔ ساجدہ نے افسوس سے کہا صبح کی پہلی کرن سے ایمان کی آنکھ کھل گئی۔ وہ آنکھیں مسلتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔ اس کے پہلو میں مراد گہری نیند سو رہا تھا۔ آج اتوار تھا اس لیے آفس کی چھٹی تھی۔ اتوار کے دن وہ ویسے بھی دیر سے اٹھتا تھا۔ ایمان نے اسے دیکھا اور اپنی قسمت پر رشک کرنے لگی۔ رات جتنی محبت مراد نے اس پر پنچھاوار کی تھی اس کے اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ صرف ہمدردی نہیں بلکہ محبت بھی ہے۔

اس نے اپنے بال جوڑے میں قید کئے اور اٹھنے لگی تو ایک دم سے مراد نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ حیران ہوئی اسے لگا مراد گہری نیند سو رہا ہے۔

آپ جاگ رہے ہیں؟ ایمان نے پوچھا۔

اب جاگ گیا ہوں وہ خوابیدہ نگاہوں سے بولا۔

میرا ہاتھ تو چھوڑ دیں مجھے ناشتہ بنانا ہے ایمان نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

چھڑا سکتی ہو تو چھڑا لو مراد نے کہا۔

ایمان نے پورا زور لگایا لیکن نہیں چھڑا سکی۔ مراد مسکراتے جا رہا تھا اس کی طرف دیکھ کر۔

چلو میں خود ہی چھوڑ دیتا ہوں کہیں اس نازک سی گڑیا کا ہاتھ ٹوٹ نہ جائے مراد نے کہا۔

وہ اٹھنے لگی تو پھر اس کے دوپٹے کا پلو مراد نے پکڑ لیا۔

یہ کیا حرکت ہے؟ وہ پھر بولی۔

اب دوپٹہ چھڑا کر دکھاؤ مراد نے کہا تو وہ دوپٹہ بیڈ پر ہی پھینک کر آگے بڑھی اور کچن میں آئی۔ مراد اس کی اس حرکت پر مسکرا دیا۔ پھر منہ دھو کر اس کے پیچھے کچن میں آیا۔ وہ چائے بنا رہی تھی۔ مراد نے پیچھے سے اس کے بازو اس کی گرد حائل کئے۔ اب چائے گر جائے گی۔ ایمان تنگ ہوئی۔

گرنے دو مراد اب صلیب سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا اور سینے پر ہاتھ باندھ کر پیار سے ایمان کو دیکھنے لگا۔ وہ تھوڑی پزل ہوئی۔

آپ کمرے میں جائیں میں چائے لے کر آتی ہوں ایمان نے کہا۔

کیوں میرے یہاں کھڑے رہنے سے کیا مسئلہ ہے تمہیں؟ اس نے کہا۔

آپ مجھے دیکھ رہے ہیں تو مجھے الجھن ہو رہی ہے کوئی کام نہیں ہو رہا ہے ٹھیک سے مجھ سے۔ وہ بولی۔

اب عادت ڈال لو میں جب جب گھر میں ہوا کروں گا ہر پل تمہیں یوں ہی پیار سے دیکھا کروں گا مراد نے اس کے آگے کی لٹ کو چھوتے ہوئے کہا۔

چائے تیار ہو گئی تھی۔ وہ دونوں وہاں لاونج میں بیٹھ کر چائے پینے لگے۔

شاہ میر نے شادی کر لی ہے۔ اسی لڑکی سے جس سے اس کا فیئر چل رہا تھا مراد نے چائے پیتے ہوئے بتایا تو ایمان ایک پل کو ساخت رہ گئی۔

تمہیں کیا ہوا؟ مراد کے دل کو کچھ ہوا اسے اداس دیکھ کر۔

کچھ نہیں اب میرا اس سے کیا واسطہ جو کرتا پھرے میرا تو باہر واسطہ آپ سے ہے۔ لیکن میں حیران ہوں وہ چپ کیسے ہو گیا... ایمان نے کہا۔

میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً وہ اسے قتل کر دیتا۔ لیکن میں جانتا ہوں مجھے نہیں مار سکتا۔ اگر مرنا چاہے تب بھی نہیں مار سکتا۔ میں اس کا چچا زاد ہوں اور بچپن سے اس کا دوست ہوں اور اس کے گھر کا ایک فرد ہوں بہت مشکل ہوتا ہے ایسے انسان کو قتل کرنا۔ سب سے بڑی بات اسے مجھ سے محبت ہے۔ ویسے ہی محبت جو ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے ہوتی ہے۔ اور یہ بات میں بہت اچھے طریقے سے جانتا تھا۔ اسی محبت کی وجہ سے وہ چپ بیٹھ گیا۔ بچپن سے دوستی ہے ہماری کوئی مذاق نہیں۔ تم سے نکاح کرتے وقت مجھے اطمینان تھا کہ وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ مراد نے کہا۔

آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ وہ ہر کسی سے لڑتا تھا۔ یہاں تک کہ اپنے ماں باپ سے بھی۔ مگر میں نے کبھی اسے آپ سے لڑتے نہیں دیکھا ایمان نے کہا۔

کچھ عرصہ گزر جانے دو وہ سب بھول جائے گا مراد نے کہا۔

نور۔۔۔ نور پلیر دروازہ کھولو آدھی رات کو شاہ میر نور کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا ہلکی آواز میں تاکہ کوئی سن نہ لے۔ جاؤ مرو اپنی ماں کے پاس۔۔۔ سارا دن مجھ پر غصہ کیا اور اب رات کو آگئے ہو میرے پاس نور نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اسے آنکھیں دکھائیں۔



تم نے بھی تو غلط کیا میری ماں کو مارا تم نے یہ کوئی چھوٹی بات تو نہیں تھی پھر بھی میں نے صبر کیا۔ شاہ میر بولا۔

پہلے تمہاری ماں نے مجھے مارا میرے بال کبجئے مجھے گالیاں دیں نور نے کہا۔

بڑے تو مارتے ہی ہیں لیکن بچے بڑوں کو نہیں مارتے شاہ میر بولا۔

اگر انہوں نے مجھ سے کام ہی کروانا تھا تو یہ بات پیار اور محبت کے ساتھ کہتی تو شاید میں بھی کام کر لیتی لیکن انہوں نے تو آتے ہی میرے بال کھینچنے نور نے بتایا۔

وہ نہیں جھکتی تو تم ہی جھک جاؤ ایسے تو گھر نہیں چلے گا شاہ میر نے کہا۔

اپنی ماں کو سمجھانے کی بجائے مجھے سمجھا رہے ہو؟ نور نے کہا۔

وہ ماں میری۔ اور ایمان تو چپ چاپ سارا کام۔۔ شاہ میر کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی ایمان کا نام سنتے ہی نور نے دروازہ اس کے منہ پر مار دیا اور کنڈی لگادی مجبور شاہ میر کو دوسرے کمرے میں رات گزارنی پڑی۔ ایک صابرین عورت کی زندگی جنت بنا دیتی ہے۔۔۔ لیکن اس کی قدر اس کے جانے کے بعد ہی آتی ہے شاہ میر نے چارپائی پر لیٹتے ہوئے خود سے کہا اور سو گیا۔

شام کو مراد اپنے ساتھ کچھ سامان لے کر آیا تو ایمان نے حیرت سے اسے دیکھا اور پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ اس میں کیک اور پھول۔۔ ہماری نئی زندگی کی شروعات پر ہم کی کیک کاٹیں گے۔ اور گھر کو سبائیں گے مراد نے کہا۔

لیکن یہ سب تو شادی کی سالگرہ پر کیا جاتا ہے ایمان نے شا پر اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔  
 ضروری نہیں کہ ہر قدم پر یہ سب کچھ کیا جائے۔ آغاز میں بھی خوشیاں منائی جاسکتی ہیں مراد نے کہا اور  
 پھولوں کا شو پر اٹھا کر لاؤنج کو سجانے لگا۔

اس نے میز پر پھول رکھے اور بیچ میں کیک رکھا۔ بتیاں بجھا کر موم بتیاں روشن کیں۔  
 اتنا رو مینٹک شو ہر ملا ہے تمہیں اتنا رو مانٹک ماحول بنایا ہے لیکن تمہارا منہ ویسے ہی لٹکا ہوا ہے لڑکی تھوڑی  
 مسکراہٹ تو لاؤ اپنے چہرے پر مراد نے کہا تو ایمان مسکرا دی۔  
 دونوں نے مل کر کیک پر لگی موم بتیاں بھوک مار کے بجھائیں اور کاٹا۔  
 مراد نے کیک کا ایک سلائس کاٹا اور ایمان کو کھلانے لگا۔

میں نے تو تمہیں کھلایا اب مجھے کون کھلائے گا؟ مراد نے کہا تو ایمان سلائس کاٹ کر اسے کھلایا۔  
 اب سب کچھ تمہیں بتانا اور سکھانا پڑے گا کیا؟ مراد نے مسکراتے ہوئے اُسکی چہرے کو دیکھا۔  
 مطلب؟ ایمان نے پوچھا۔  
 www.urdu novelsmania.com

اب تمہیں میک اپ بھی میں کرواؤں؟ چوڑیاں اور جھمکے بھی میں پہناؤں؟ مجھے سچی سنو ری بیوی بہت اچھی  
 لگتی ہے مراد نے کہا۔ مراد اس میک اپ باکس اور آرٹیفیشل جیولری بھی لایا تھا۔  
 ایمان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ فوراً کمرے میں گئیں نیا لباس پہنا جو مراد اس کے لئے لایا تھا۔ جھمکے،  
 چوڑیاں پہنی اور میک اپ کیا۔

سی گرین رنگ کا ایک برینڈر سوٹ تھا اور اس پر بہت چچ رہا تھا۔ وہ سادگی میں ہی اتنی خوبصورت لگتی تھی اور آج تو اس کے حسن کو چار چاند لگ گئے تھے۔

وہ تیار ہو کر لاؤنج میں آئی تو مراد نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ حیران ہو گیا کہ کیا کوئی اتنا بھی حسین لگ سکتا ہے۔۔۔۔

وہ آہستہ سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ اور اسے اپنے حصار میں لیا۔

میں دنیا کا سب سے خوش قسمت شخص ہوں مراد نے اپنی گرفت اس پر مضبوط کرتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

کچھ سال بعد۔۔۔

میرا بیٹا تو رل گیا۔ قسمت ہی خراب نکلی اس کی۔ جب سے یہ ڈائن میرے بیٹے کی زندگی میں آئی ہے تب سے خوشیاں ہی چلی گئی ہیں۔ تین سال ہو گئے ابھی تک کوک ہری نہیں ہوئی اس لڑکی کی ساجدہ نے افسوس سے کہا۔

www.urdu novelsmania.com

سنا ہے ایمان اور مراد کا بیٹا دو سال کا ہو گیا ہے۔ مراد نے جو گھر اپنے لیے گاؤں میں بنایا ہے ہمارے گھر کے پاس اب وہ لوگ وہاں رہنے آرہے ہیں سکینہ نے بتایا۔

ان تین سالوں میں مراد نے پلٹ کر چکر ہی نہیں لگایا گاؤں کا ساجدہ بولی۔

مگر اب وہ آرہا ہے ایمان کو لیکر۔ اپنا گھر الگ بنایا جو ہے اس نے سکینہ نے کہا۔

ہاں تو دیوار کے ساتھ ہی دیوار ہے کون سا میلوں دور گھر ہے اس کا۔ اور کوئی شیش محل نہیں بنایا دو کمروں کا چھوٹا سا گھر ہی تو ہے ساجدہ نے کہا۔

ضمیر بتا رہا تھا کہ ان کا شہر والا فلیٹ بہت اچھا ہے سکیںہ نے کہا۔

تمہارا بیٹا بھی ایک مہینے سے پرانے گھر میں رہا ہے اسے کہو کہ واپس آئے ساجدہ نے جل کر کہا۔  
پر ایا گھر تو نہیں ہے اس کے چچا زاد کا گھر ہے جتنا چاہیے رہ لے سکیںہ جل گئی۔

ویسے سجدہ میں ایک بات سوچ رہی تھی۔ تم جو نور کو بانجھ کہتی ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارا بیٹا ہی بانجھ ہے؟  
دیکھو ایمان تو پہلے سال ہی حمل سے ہو گئی تھی مراد سے نکاح کے بعد۔۔۔ اور شاہ میر کے ساتھ وہ سال رہی  
لیکن۔۔۔ سکیںہ کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی ساجدہ نے اسے ٹوکا۔

ارے تیرے منہ میں خاک۔۔۔ نخوست والی باتیں نہ کر۔ خبردار جو میرے بیٹے کے بارے میں آئندہ ایسا  
کچھ بولا تو ساجدہ نے کہا۔

کمرے میں موجود شاہ میر ان کی باتیں سن رہا تھا اور اداس بیٹھا تھا۔ وہ سکیںہ کی بات سے متفق تھا۔  
مجھے ایمان کی بد دعا لگی ہے۔ میں جب تک اس سے معافی نہیں مانگوں گاتب تک مجھے اولاد نہیں ہوگی شاہ میر  
نے دل میں کہا۔

اس دن جو مراد گاؤں سے نکلا تو آج پورے تین سال بعد گاؤں آ رہا تھا۔ آنے کو تو وہ پہلے بھی آ سکتا تھا اسے  
کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن وہ چاہتا تھا کہ شاہ میر صحیح ہو جائے۔ وہ شاہ میر کو سنبھلنے کے لیے وقت دینا چاہتا تھا۔

ان تین سالوں میں مراد نے بہت ترقی کی تھی اپنی گاڑی بھی اس نے لے لی۔ ایمان اس کے لیے بہت خوش قسمت ثابت ہوئی تھی۔

شام کا پہر تھا۔۔۔ گاڑی سے اتر کر مراد نے ایک لمبی سانس اندر کھینچیں اور گاؤں کی سوندھی خوشبو اپنی روح میں اتار لی جس کے لیے وہ تین سال سے ترس رہا تھا۔

اس کے نئے گھر میں عافیہ اور صفیہ دونوں اس کے استقبال کے لیے کھڑی تھیں۔ ان تین سالوں میں ان دونوں کی بھی شادی ہو گئی تھی۔ عافیہ تو ضمیر کے ساتھ اسی گھر میں تھی۔ البتہ صفیہ اپنے ماموں کے گھر گئی تھی۔ اور آج خاص مراد کے آنے کا سن کر اس کے استقبال کے لیے آئی تھی۔

بھائی وہ دونوں اسے دیکھ کر اس سے لپٹ کر رونے لگیں۔ مراد نے ان کے سروں پر ہاتھ رکھا۔ وہ شہر سے ہر مہینے ان کے لیے تحفے تحائف بھیجتا رہتا تھا۔ ان کا جیب خرچ بھی پیتا تھا۔ مراد کبھی بھی انہیں نہیں بھولا تھا۔

پھر ان دونوں نے ایمان کے ہاتھ میں بچہ دیکھا تو فوراً اسے اپنی گود میں اٹھالیا ایمان سے لے کر۔ ارے بھائی یہ تو بالکل آپ کے جیسا ہے صفیہ بولی۔

وہ سب اندر آ گئے۔

میں نے چائے بنائی ہے آپ کے لیے ابھی لے کر آتی ہوں عافیہ بھاگتی ہوئی اپنے گھر گئی اور چائے کی کیتلی اٹھالائی۔

چائے کے بعد وہ کھانا بھی لے آئی۔ کیونکہ گاؤں میں کھانا جلدی کھایا جاتا تھا۔  
 کھانا بھی رہنے دو ہمیں بھوک نہیں ہے مراد نے کہا۔  
 بھائی کیا اب آپ لوگ ہمیشہ گاؤں میں رہیں گے؟ عافیہ نے پوچھا۔  
 نہیں بس چکر لگاتے رہیں گے۔ ابھی پندرہ دن کی چھٹی لے کر آیا ہوں آفس سے مراد نے کہا۔  
 تھوڑی دیر بعد سکیئنہ اور صادق احمد بھی ملنے آئے ان سے۔ ضمیر تو ان کی ساتھ ہی آیا تھا شہر سے۔  
 پھر ساجدہ بھی آگئی۔

کیسی ہو ایمان؟ ساجدہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا تو وہ حیران ہوں گی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے سجدہ کو  
 دیکھنے لگی۔ مراد بھی حیران ہوا۔

ایسے مت کو میری طرف۔ اب اتنی بھی بری نہیں ہوں میں۔ ایک ماں کا دل رکھتی ہوں۔ مراد کو تو شاہ میر  
 کے جیسے ہی پالا ہے میں نے بچپن سے سجدہ کہتی ہوئی مسکرا نے لگی اور چارپائی پر ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔  
 بیٹا بہت پیارا ہے ماشاء اللہ نام کیا ہے؟ سکیئنہ نے پوچھا۔  
 حماد نام ہے ایمان بولی۔

مراد۔۔۔ حماد۔۔۔ واہ میچنگ نام۔۔۔ صفیہ نے کہا۔ نام تو ان کو بیٹے کا معلوم تھا لیکن پھر بھی پوچھ رہے تھے  
 ایسے جیسے انہیں کچھ پتہ ہی نہیں۔ مراد کا رابطہ اپنی بہنوں سے فون پر رہتا تھا۔  
 بہت اچھا کیا تم لوگ اپنے گاؤں واپس آگئے میں تو ڈر ہی گئی تھی اب تم کبھی نہیں آؤں گے۔ سکیئنہ نے کہا۔

ایسی بات نہیں ہے چاچی یہ میرا آبائی گاؤں ہے۔ اور میں اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا اب تو میں نے اپنا گھر بھی بنا لیا ہے جب چاہے یہاں آسکتے ہیں ہم لوگ مراد نے کہا۔

ان تین سالوں میں تم نے مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا مراد۔ میں تمہارا سگا باپ نہیں تھا چچا تھا اس لیے؟ صادق احمد نے گلہ کیا۔

ایسی بات نہیں ہے چاچوں میں بس سب کو وقت دینا چاہتا تھا۔ جو حادثہ ہوا اس سے سنبھلنے کے لیے۔ تاکہ سب بھول جائیں مراد نے کہا۔

سب کو ان کے ساتھ بیٹھ کر اور باتیں کرتی ہوئی بہت اچھا لگ رہا تھا۔ کافی عرصے سے بوریٹ تھی جواب ختم ہو گئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا گزرا وقت سب بھول بھال گئے ہیں۔

وہ لوگ خوش گپیوں میں مصروف ہو گیا اچانک ہی سامنے سے شاہ میرا آتا دکھائی دیا۔ سب کو ایک دم سانپ سو گنگھ گیا یہ سوچ کر کہ شاہ میرا کیا رد عمل ہو گا اب۔

شاہ میرا مراد کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ مراد اسے دیکھ کر اٹھا۔ شاہ میرا نے آگے بڑھ کر مراد کو گلے سے لگا لیا۔ اور اس کے آنسو چھلک پڑے۔

دونوں کافی دیر تک ایک دوسرے سے لپٹے رہے جیسے بچپن کا کوئی ساتھی بچھڑ کر ملا ہو۔ پھر الگ ہوئے۔ ایمان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

کیسا ہے؟ شاہ میرا نے پوچھا۔



ٹھیک۔۔۔ تو کیسا ہے؟ مراد نے کہا۔

اب ٹھیک ہو گیا ہوں۔۔۔ شاہ میر نے ایمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دیکھ لیا ایمان ہم دونوں کا پیار۔۔۔ اور تم ڈر رہی تھیں کہ یہ مجھے مار دے گا؟ یہ سالہ تو میرے بغیر مر ہی جائے گا۔ تین سالوں میں یہ حالات ہو گئی اس کی مراد نے فاتحانہ انداز میں ایمان سے کہا۔ ایمان مسکرا دی شاہ میر ایمان کے قریب آیا اور اس کے قدموں میں جھک کر ہاتھ معافی کے انداز میں جوڑے۔ تو سب دیکھ کر حیران رہ گئے۔

مجھے معاف کر دو ایمان۔ تم پر مظالم کی سزا مجھے خالی جھولی کی صورت میں مل رہی ہے۔ اب تک اولاد سے محروم ہوں شاہ میر نے کہا۔

میں نے معاف کیا ایمان نے آہستہ سے کہا۔ تو مراد نے مسکرا کر ایمان کو دیکھا۔ اس سے یہی امید تھی اسے۔

بے شک معاف کرنے والا عظیم ہوتا ہے۔

شاہ میر بھائی۔۔۔ نور بھابھی الٹیاں کر رہی ہے۔۔۔ شاہ میر کا چھوٹا بھائی بھاگتا ہوا آیا اور اسے بتایا۔ الٹیاں کرنے کی وجہ وہاں پر موجود سب نفوس سمجھ گئے تھے۔ شاہ میر اور ساجدہ کو معافی مل گئی تھی۔۔۔ مگر اتنی جلدی ملے گی شاہ میر کو اندازہ نہیں تھا۔۔۔

ختم شدہ

